بیاد
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ
بانی دارالعلوم حقانیہ

مدیر
مولانا سمیع الحق

اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

جلد ــــ ۳۰
شمارہ ــــ ۱۱
ربیع الاول ــــ ۱۴۱۶ھ
اگست ــــ ۱۹۹۵ء

بیاد
حضرت مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ
مدیر : ـ عبدالقیوم حقانی

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ناظم ـ شفیق فاروقی

ایگزیکٹو ایڈیٹر
حافظ راشد الحق سمیع

فون : ۳۴۰ ، ۴۳۵ ، ۵۲۴۹۱ کوڈ

اس شمارے کے مضامین

پاکستان میں سالانہ ۱۰۰/- روپے فی پرچہ ۱۰/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۶/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۱۲/- پونڈ
سمیع الحق استاد دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نقشِ آغاز

- یک جہتی کونسل کی ملک میں نفاذِ شریعت کیلئے اعلیٰ اختیاراتی کمیٹی کی تشکیل ۔
- آزادی کے ۴۸ سال ، آئینہ سامنے ہے ۔
- اور کچھ یک جہتی کونسل کے زعماء کی خدمت میں

ملک کی گیارہ دینی جماعتوں کے اتحاد "ملی یک جہتی کونسل" کے چھٹے اجلاس میں دینی جماعتوں کی نمائندہ اعلیٰ اختیاراتی نو رکنی کمیٹی تشکیل دے دی گئی ہے، کمیٹی کے چیئرمین مولانا سمیع الحق ہوں گے کونسل کی نفاذِ شریعت کمیٹی پارلیمنٹ کے اندر اور باہر حکومت پر دباؤ بڑھانے کے لیے اقدامات اور تحریک کو کامیاب بنانے کے سلسلے میں اپنی سفارشات مرتب کرے گی ۔ اس موقع پر ملی یک جہتی کونسل کے تمام شرکاء جماعتوں نے یہ واضح اعلان اور عہد کیا ہے کہ ہمارے سیاسی راستے خواہ کتنے بھی الگ کیوں نہ ہوں ملک میں شریعتِ مطہرہ کے نفاذ اور اصلاحِ معاشرہ کے لیے یہ کمیٹی جتنی بھی آئینی اور قانونی اصلاحات تجویز کرے گی یا اقدامات کرے گی ہم اس کے لیے ہر قسم کی متفقہ قربانی بھی دیں گے اور ہر ممکن جائز کوشش بھی کریں گے ۔ (روزنامہ خبریں ۵/اگست)

آج (۱۴ اگست) ہم بہ حیثیتِ مجموعی جس حال کو پہنچ چکے ہیں نہ چھپا ہوا ہے اور نہ چھپایا جاسکتا ہے ۔ آزاد ہیں اور غلامی سے باہر نہیں نکلے ۔ مختار ہیں صرف مقروض ہونے کے لیے ۔ ملک رکھتے ہیں اور مالک الملک سے شرمندہ ہیں ۔ زمین مانگی تھی کہ زندگی کا ایک مفہوم دنیا کو سمجھائیں گے ۔ آج نسلوں تک کو گروی کیے بیٹھے ہیں ——— یہی نیلا آسمان تھا جس نے خلق کو خدا سے پیمان باندھتے دیکھا اور پھر اس پیمان کو پارہ پارہ ہوتے بھی دیکھا ۔ تب سزا سے وہ کیوں محفوظ رہتے جن کے لیے جزا کا دروازہ کھلا ہوا تھا ——— زبان سے پھرے تو زبانوں کے فتنے چڑھ دوڑے ۔ نصب العین سے منہ موڑا تو تفرقے گھات میں بیٹھی تھیں ۔ تشخص کھویا تو قوم پر قومیتیں ٹوٹ پڑیں ، شاہراہ کے مسافر پگڈنڈیوں میں بٹ گئے ۔ انصاف کی جگہ غصب کا سلسلہ چلا تو پوری قومی زندگی زہر آلود ہوگئی ۔ اوپر والے ڈنڈی مارتے ہوئے نظر آئے تو ریڑھی والا کیوں پیچھے رہ جاتا ۔ یوں نظم مملکت بگڑا تو کاروبارِ حیات بگڑ گیا ، کرا کیا بگڑا ؟ کہ پورا ملک شعلۂ جوالہ بن گیا ۔ باجوڑ اور ملاکنڈ میں نفاذِ شریعت کے مطالبہ کی پاداش میں بہیمیت

درندگی کا جو کھیل کھیلا گیا شاید تاریخ میں اس کی نظیر نہ ملے ابھی یہ زخم مندمل نہیں ہوئے تھے کہ خیبر ایجنسی جو امن کا گہوارہ نفاذ شریعت کا مرکز حدود و قصاص اور شرعی قوانین کے نفاذ اور اس کے برکات کا مظہر تھا کو بھی فتح کرنے کے جنون میں ظلم و تشدد، بربریت، سفاکیت، سنگدلی، بے رحمی اور شقاوت کا وہ ظالمانہ کردار ادا کیا گیا کہ ہلاکو اور چنگیز خان کے مظالم کی تاریخ بھی پیچھے رہ گئی۔

آج آئینے کے سامنے کھڑے ہیں اور دیکھ رہے ہیں۔ لیکن صورت ہے کہ پہچانی نہیں جاتی۔

یقیناً یہ وہ آخری حد ہے جس کے بعد جو کچھ ہونا ہے، اس کے مجرم ہم خود ہوں گے۔ آنکھیں آج کھولنی ہیں ورنہ کل تو یہ بند ہو چکی ہوں گی۔

تعلیم کا جو حال ہے اسے طالب علم میں دیکھ لیجئے۔ تجارت میں جتنی دیانت رہ گئی ہے اسے کون نہیں بھگت رہا ـــــــ سرکاری دفاتر، نجی ادارے، منڈیاں، بازار، کھیت، کھلیان، آجر، اجیر، جہاں بھی اور جس کے ہاں بھی اعتماد مجروح ہونے سے بچ جائے، اسے مسلسل مٹائے جانے والے اخلاق کی سخت جانی سمجھنا چاہیئے ورنہ اس کی گنجائش معلوم۔

صحافت جرائم کی روداد بھی بیان کر رہی ہے اور جرائم کے جراثیم بھی پھیلا رہی ہے۔ غیروں کی ثقافت ان کے رنگین صفحات میں دیکھ لیجئے ـــــــ اصولوں کی پاسداری کا دعویٰ کرنے والے جرائد تک احادیث کے اشتہار بھی شائع کر رہے ہیں اور ماڈل گرلز کی اشاعت کے لیے بھی حاضر ہیں۔

جملہ ذرائع ابلاغ کام کر رہے ہیں۔ الیکٹرانک میڈیا بھی مصروف ہے۔ لیکن ابلاغ کس چیز کا ہو رہا ہے۔

ملک کے منصوبوں، قوم کی صلاحیتوں اور وسائل کی دولت کو اگر اجتماعی سیرت کی تعمیر کے لیے استعمال کیا جاتا تو یقیناً ماحول میں اس کا ثبوت موجود ہوگا ـــــــ وہ ثبوت کہاں ہے؟

اب گلیوں اور نالیوں کی مرمت کا نام پیپلز پروگرام اور تعمیر وطن ہے۔ افکار کو مسمار کرتے ہیں اور سڑکوں سے بہلاتے ہیں۔ اس سے کوئی غرض نہیں کہ ان سڑکوں کے دونوں طرف قطار در قطار فحش پوسٹر ان کی تقریروں اور مسلمان معاشرے کے لیے ان کے دعووں کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ نہ انہیں اس کی کوئی پرواہ ہے کہ کس طرح بستی بستی اور شہر شہر سینماہالوں کے باہر، فلموں کی پبلسٹی اور نمائش کے طور طریقے، ٹی وی پروگرام وڈیو سنٹر، حیا اور اخلاق کے اٹھتے جنازے بن گئے ہیں ـــــــ وہ رات دن اس ملک کے رہنے والوں سے اپنی محبت اور اپنے خلوص کا اظہار کرتے ہیں۔ کیا وہ اس ملک کی سڑکوں اور چوراہوں اور بازاروں سے کبھی نہیں گذرے۔ ان کی آنکھوں نے کچھ نہیں دیکھا، وہ ڈش انٹینا کے ذریعہ مغربی میڈیا کی یلغار آنکھوں سے نہیں دیکھ رہے؟ پھر کیا ان کے اندر کوئی

اضطراب پیدا ہوا؟ قوم کے بچوں کو بگاڑ سے بچانے کے لیے کوئی ٹیس اٹھی؟ اپنے دین ہی کا کوئی حکم یاد آیا؟ بیجنگ کانفرنس کا آخر ملک کی نظریاتی اساس قومی ترقی اور اخلاق و اقدار سے کیا واسطہ ہے کہ اس میں شرکت ضروری ہے پاکستان میں عالم اسلام کی خواتین پارلیمانی ارکان کی نمائندہ کانفرنس کے انعقاد اور وزیراعظم کا اپنی تقریر میں مردوں اور عورتوں کے درمیان صنفی محاذ آرائی کی نئی صف بندی کی تلقین میں ملکی تعمیر کے کون سے راز مضمر ہیں؟ —— آخر ملک گارے اور پتھر اور سیمنٹ سے مضبوط ہوتے ہیں یا انسانوں اور ان کے کردار سے؟

ملک میں ہر طرف ہر منظر اپنی کہانی خود بیان کر رہا ہے۔ اس سے اجتماعی خود فریبی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیئے کہ سب کچھ خود بخود ہو رہا ہے، کوئی قدم نہیں اُٹھتا، اگر اٹھایا نہ جائے۔ کروڑوں انسانوں کے اس ملک میں اگر انسانیت پیچھے ہٹتے ہٹتے دیوار سے جا لگی تو اس کا ایک سبب ہے۔ صرف ایک بنیادی سبب! کہ ان کروڑوں انسانوں سے ان کی یکسوئی چھین لی گئی ہے۔ انہیں ان کے نصب العین سے محروم کر دیا گیا ہے۔ ان کے سامنے زندگی کا وہ مقصد ہی نہیں رہا جو انہیں ہر عظمت دے سکتا تھا۔ وہ ایک نظریہ رکھتے تھے۔ ایک دین ان کی سب سے بڑی دولت تھا۔ ایک نظام کا انہیں نمونہ پیش کرنا تھا۔ اس کی بدولت وہ پوری دنیا کے لیے مثال بن سکتے تھے، اس کے بغیر وہ پوری دنیا کے نقال بن کر رہ گئے ہیں۔

یہ یقیناً ان انسانوں کا المیہ نہیں ہے جو پہلے دن سے اس ظلم کی راہ میں حائل ہوئے اور اب تک اس سے لڑ رہے ہیں۔ بھلائی کے قافلے کا سفر جاری ہے۔ کتنے ہی جسم و جان کی ساری قوتیں قربان کرتے ہوئے رخصت ہوئے اور کتنے ہی جسم و جان کی تمام توانائیاں صرف کرتے ہوئے چل رہے ہیں، مولانا سمیع الحق کی بنائی ہوئی ملی یکجہتی کونسل بھی اسی سلسلہ عزیمت کی ایک کڑی ہے جس کا مذکورہ فیصلہ حوصلہ افزا ہے جو اپنے قول و عمل سے ایک ہی دعوت دہرا رہی ہے کہ سرخروئی کا راستہ آج بھی ایک ہی ہے۔ فلاح آج بھی اسی میں ہے اور اس کے سوا کسی میں نہیں ہے کہ جس کے بندے ہو، اس کی خوشنودی کی فکر کرو۔ جس نظامِ زندگی کو اس نے اپنے بندوں کے لیے پسند فرمایا ہے، اس سے اپنی زندگی کو محروم رکھ کر کیسے کہہ سکو گے کہ ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔

تو اس تاریکی کے باوجود، جو مسلط کر دی گئی ہے قومی وحدت اور اتحاد کے داعی ملی یکجہتی کونسل جس کی تازہ ترین صورت ہے) چراغ جلانے والے چراغ جلا رہے ہیں۔ اور جو چراغ جلاتے جلاتے مر جائیں، وہی خوش نصیب ہیں۔ خسارہ تو ان کا ہے جو آنکھیں رکھتے ہوں، چراغ بھی روشن ہوں، اور پھر بھی کچھ نہ دیکھ سکیں۔

کونسل کا قیام مبارک ہے تحریک کے چاروں صوبوں میں کامیاب اجلاس ہوئے عوام میں پذیرائی اور قبولیت بھی حاصل ہوئی ۲۷ مئی کی بہیمہ جام ہڑتال تاریخی تھی محرم الحرام میں امن بھی مبارک پیش رفت ہے اور چھٹے اجلاس میں ملک میں نفاذِ شریعت کے لیے مؤثر تحریک چلانے کا فیصلہ لائق صد تحسین ہے

تاہم اجتماعی سفر کے کچھ آداب ہوتے ہیں۔ کارواں ایک وسیع تر رفاقت کی علامت ہوتا ہے۔ سفر کبھی جاری نہیں رہ سکتے اگر قدم ایک سمت میں نہ اٹھ رہے ہوں۔ قافلہ تشکیل ہی نہیں پاتا اگر یکسوئی اور یکانگت نہ ہو۔ کچھ تقاضے پورے کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ ورنہ جتنے افراد، اتنی پگڈنڈیاں۔ اپنا اپنا سفر اور اپنی اپنی سمت۔

جب کہ کارواں میں ڈھلنا، انسانوں کی انفرادیت کے ہوتے ہوئے، ان کی اجتماعیت کا عمل ہوتا ہے ہمیں قائدین پر اعتماد ہے یہ لوگ اگر معاشرے کے بکھرے ہوئے افراد ہوتے تو اپنی اپنی زندگی جی چکے ہوتے۔ لیکن اب وہ محض افراد نہ رہے، وہ کارواں بنے، اور اسی لیے اب تک قافلے کے ساتھ ہیں۔ قافلہ چلتا رہے گا اور لاکھوں کروڑوں انسان ان کے اخلاص، ان کے ایثار اور ان کی استقامت کی شہادت دیتے چلے جائیں گے اور ان کے ہم سفر ہونے کو اپنا اعزاز، اپنی سعادت سمجھیں گے۔

یہ مقام ملتا ہے۔ اور کون نہیں جانتا کہ کیوں ملتا ہے۔

اس مذہبی قافلے کی ایک تاریخ بنے گی۔ اگر یہ قافلہ اپنے مقصدِ وجود کی بدولت پہلے دن سے باطل کی نگاہ میں کھٹک رہا ہے اور اپنے نصب العین کے ساتھ ہر باطل کی نگاہ میں کھٹک رہا ہے تو کیا یہ دیکھنا بہت دشوار ہے کہ عملاً ——— حق اور باطل کی کشمکش کے فریق یہاں کون سے ہیں۔

ہمارے عہد کا سب سے بڑا المیہ کہ خیر و شر ہماری آنکھوں کے سامنے پھیلا ہے۔ نہ خیر کسی خول میں سمٹ کر رہ گیا ہے اور نہ شر اسے پھیلنے میں کوئی کمی کر رہا ہے۔ کون سی منزلِ دار و رسن خیر کی راہ میں نہیں آئی اور کونسا ہے بنیاد وار شر نے اس پر نہیں کیا۔ خیر اگر افغانستان، کشمیر، بنگلہ دیش، بھارت اور وسطی ایشیا کی نو آزاد مسلم ریاستوں سے لے کر بوسنیا، برطانیہ، امریکہ اور افریقہ میں برسرِ عمل ہے تو شر اپنے عالمی اجارہ داروں اور ان کے مقامی کارندوں کے ساتھ ہر جگہ ہر بدی کی سرپرستی کر رہا ہے ——— یہ منظر تسلیم کیے جانے کا محتاج نہیں ہے یہ منظر موجود ہے۔

قافلہ چل رہا ہے اور پتھر چاروں طرف سے آرہے ہیں۔ کانٹے ملک کے طول و عرض میں بکھرے ہوئے ہیں دیکھنا تو ہر ایک کو اب یہ ہے کہ ان حملوں میں کہیں کوئی پتھر اس کا بڑھایا ہوا تو نہیں ہے کچھ کانٹے اس کے بچھائے ہوئے تو نہیں ہیں۔ کیونکہ نہ عرصہ حیات بے پناہ اور نہ مہلت بے حد و حساب۔ اور جوابدہی

تو ایک کنکری بھی ہوتی ہے ۔

کچھ لوگوں کا مقصد چونکہ مملکت عزیز پاکستان کے نصب العین کا راستہ روکنا ہے ۔ اس لیے آنے اور جانے والی حکومتیں پاکستان کی یوم تاسیس سے لے کر آج تک ایک ہی کام میں مصروف ہیں اور اس معاملے میں اُن کے درمیان کوئی بُعد نہیں ہے کہ اس ملک میں اسلامی نظام کے لیے کام کرنے والوں کا اعتماد ہرگز نہ قائم ہونے دیا جائے چنانچہ یکجہتی کونسل کے سلسلہ میں بھی بین الاقوامی سازشی قوتوں سمیت ملک کے حکمرانوں اور سیاسی بزرگ جمہروں نے یہی وطیرہ اپنا لیا ہے ۔

یہاں کوئی ابھرے کوئی ڈوبے ، کوئی آئے ، کوئی جائے ، بے دینی پھیلے ، الحاد فروغ پائے ، مادہ پرستی کا چلن ہو مغربیت کو بالادستی ملے ، بے حیائی عام ہو ، بد دیانتی طرز حیات بن جائے ، بدعنوانیاں ، انصاف کو چاٹ جائیں کوئی بدی ایسی نہ رہ جائے جسے کھلا میدان نہ ملے ، قدریں بدل جائیں ، معیار الٹ جائیں جھوٹ کا راج ہو علاقائیت جڑیں پکڑے ، لسانیت بنیادیں اکھاڑ دے جینتیں اسے ایک قوم نہ رہنے دیں ، بھائی بھائی کا گلا کاٹے سکون لٹ جائے ، تحفظ نہ جان و مال کے لیے ہو نہ عزت و آبرو کے لیے رہے ۔ یہ ملک ہر ازم کے لیے تر نوالہ بن جائے اور ہر پستی کے لیے نرم چارہ ۔ یہ اضحوکہ بنے اس کی رسوائی ہو جگ ہنسائی ہو کوئی پرواہ نہیں جو کچھ ہو رہا ہے ، ہوتا رہے اس کا یہی حال رہے اس کا مستقبل دکھائی نہ دے سب کچھ ہو لیکن یہاں اسلام کے نظام کے لیے کام کرنے والوں کا اعتماد کسی صورت میں قائم نہ ہونے دیا جائے انہیں ہرگز اس ملک کے رہنے والوں کی امیدوں کا مرکز نہیں بننا چاہیئے ——— یہ ہے وہ کھیل جو برسوں سے یہاں کھیلا جا رہا ہے ———

اتحاد ، باہمی اعتماد شرح صدر ، استدلال ، استقلال اور ا[illegible]ت کے لحاظ سے کونسل کے قائدین کو ایک مثال قائم کرنی چاہیئے جو اب تک بننے والے قافلوں کے ہاں کمیاب رہی ۔ آج اگر مختلف مسلک لیکن ایک مقصد رکھنے والے انسانوں کا یہ قافلہ بغیر کسی الجھن کے اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے تو یقیناً اس کی ایک بنیاد ہے ۔

سب پر روشن ہے اور ہر ہوشمند پر روشن ہونا چاہیئے کہ اگر مزاج جدا ہو سکتے ہیں تو مسلک بھی جدا ہو سکتے ہیں ۔ لیکن اگر میزان ایک ہے اور جانا اسی میزان کے سامنے ہے تو پھر ایک مقصدِ حیات بھی ہونا چاہیئے ——— اور مسلمان فرد ہو یا معاشرہ ، اس کا مقصدِ حیات ، اس کی منزل ، اس کا نصب العین ——— خالق کی خوشنودی کے سوا کیا ہو سکتا ہے ۔

اور پیش نظر خدا کی رضا ہو تو بحیثیت اجزائے ملتِ اسلامیہ ، سب کی ایک ضرورت باہمی تعاون اور توازن ہے یہی بنیاد ہے جس پر سب متحد ہوئے منظم ہوئے ۔ ایک تحریک اٹھی ۔ ایک قافلہ چلا ۔ اور سب سے پہلی دولت جو اس قافلے نے پائی ، اعتدال کے لیے اس کا یہی احساس ہے جس نے اس کے اتحاد کو ناقابلِ تسخیر بنا دیا ہے ، اس قافلے میں راس کماری سے تورخم تک ملک کے ہر حصے اور ہر مسلک کے انسان شامل ہیں ۔ یہی عالم اس کی قیادت کا ہونا چاہیئے ۔ اب دیکھنا ہے کہ وہ اس اعتماد اور عوام کے حسنِ ظن کو کہاں تک نبھاتی ہے

جب کہ یہ حالات موجودہ یک جہتی کونسل کی قیادت نے " ملک میں نفاذ شریعت کے لیے مولانا سمیع الحق کی صدارت میں کمیٹی بنا لی ہے تو اب آگے بڑھ کر وقت کے اس سب سے بڑے سوال کا جواب دینا ہے کہ پاکستان میں اسلامی قانون کا نفاذ کیسے اور کس تدریج کے ساتھ ہوسکتا ہے اور غلامی کے قانونی تسلسل اور تسلط سے کس طرح نجات پائی جاسکتی ہے اور کیسے صحیح رخ پر قدم بڑھا کر ۴۰ سال کے بعد بھی ایک ملت کے خواب کی تعبیر دیکھی جاسکتی ہے جس تعبیر کے لیے یہ خطۂ زمین حاصل کیا گیا تھا ۔

اور وہ کونسا نسخۂ عمل اختیار کیا جاسکتا ہے کہ جس کے استعمال سے اس معاشرے کو اس ملک کو اس کے رہنے والوں کو اور ان کی آئندہ نسلوں کو ، ان کے مقصدِ حیات سے اور ان کے نصب العین سے وابستہ کر کے پوری ملت کی تقدیر تبدیل کر دی جائے ۔

(عبدالقیوم حقانی)

مولانا عبدالقیوم حقانی

علماء کرام زمامِ قیادت اپنے ہاتھ میں رکھیں

یورپ و امریکہ کو اسلامی قیادت سے چڑ کیوں؟

موجودہ اور مروجہ سیاست کی ابتری اور بے دینی کے غلبہ کے بعد گزشتہ کئی سالوں سے دیکھا جا رہا ہے کہ بعض مشائخ عظام اور کچھ علماء کرام حکام کے جلو میں فروکش نظر آتے ہیں تو ہم نے اس پر بارہا "مرثیہ" لکھا کہ زمانہ یوں بھی اپنے انداز بدلتا ہے کہ جن کے بڑوں کی کٹیا میں بڑے بڑے شاہانِ کروفر اپنی کلاہ اتار کر دو زانو بیٹھنے میں سعادت دارین سمجھتے تھے آج ان کے وارث دو ٹکے کے اور ایک نسبتاً چھوٹے حکمران کے ساتھ ملاقات کو باعثِ عزت و شرف سمجھ رہے ہیں، جن علماء اور مشائخ کو پوری قوم کی رہنمائی کرنی تھی وہ آج کسی کرسی نشین سے اپنا لائحہ عمل پوچھ رہے ہیں یہ زخم ابھی تازہ تھا اور امید تھی کہ پھاہا رکھنے سے مندمل ہو جائے گا مگر اس پر ایک اور چرکا لگ گیا اور وہ یوں کہ انہی حکمرانوں نے باضابطہ طور پر مشائخ اور علماء کرام کو یاد فرمایا اور کنونشن کر ڈالا ایک سیٹ بنالی ہے علماء کرام کی ایک بڑی تعداد نے ان بلاوؤں پر لبیک کہا اور کشاں کشاں چلے آئے اور اب تو قربِ سلطان میں مسابقت کا جذبہ اور بھی بڑھتا چلا جا رہا ہے تو اس سے پرانا زخم پھر کھل گیا کے مصداق آج نوکِ قلم پر خون کے قطرے آگئے ہیں جو آنکھوں سے نکلے اور صفحۂ قرطاس پر ثبت ہو رہے ہیں۔

اور اب سوچنا اور کڑھنا یہ ہے کہ ایسا زوردار قلم کہاں سے لایا جائے جو علماء کی داستانِ عزیمت و فضیلت ایسے انداز میں لکھے کہ علماء کو یقین آجائے کہ واقعی وہ خاکبازی کے لیے نہیں بلکہ اندیشۂ افلاکی کے لیے پیدا ہوئے ہیں اور انہیں اس منصب کا خیال رکھنا چاہیئے، ایسے الفاظ کہاں سے لائے جائیں جن کا ایک ایک شوشہ علماء کے مقام اور اعزاز کا ترجمان بن سکے اور علماء جان جائیں کہ ان کے دامانِ قبا میں پیوند تو ہر دور میں نظر آئے لیکن دھبہ کبھی دکھائی نہیں دیا، اس ماحول میں ہم ایسے گمنام اور خوابوں کی دنیا کے لوگ تو یہی بات ہے۔ ع

ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داں کے لئے

پھر اخبارات میں علماء کنونشن کی تصویریں چھپتی ہیں اور جھلکیوں میں حکمرانوں کی جھڑکیاں بھی پڑھتے ہیں گزشتہ دور کے ایک حکمران کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا تھا کہ "محفل کو سنجیدہ رہنے دیں بلاوجہ روک ٹوک کی ضرورت نہیں" تو بے اختیار ذہن کے البم میں علامہ ابن تیمیہؒ کی تصویر ابھر آئی جنہوں نے اپنے دور کے با جبروت منگول حکمران کو انہی کے دربار میں مخاطب ہو کر کہا تھا۔

"تمہاری سلطنت کی حیثیت اور خود تمہاری ذات میری جیب میں پڑے ہوئے چھوٹے سے سکے کے برابر بھی نہیں۔"

میں نے کئی بار اس بات پر غور کیا کہ کیا اس زمانے کے حکمران کسی نرم چمڑے اور ابن تیمیہؒ جیسے لوگ فولاد کے بنے ہوئے تھے؟ نہیں بلکہ دونوں ہی گوشت پوست کے تھے فرق صرف یہ تھا کہ علماء کرام کو اپنے منصب اور نسبت کا جیتا جاگتا اور توانا احساس تھا اور انہیں بخوبی ادراک تھا کہ حکمرانوں کے یہ تخت پائے چوبیں رکھتے ہیں اور پائے چوبیں سخت بے تمکیں ہوتا ہے، جب کہ علماء کی مسند دراصل رسول خداؐ کی مسند ہے جسے نہ وقت کی کروٹیں کمزور کرسکتی ہیں اور نہ زمانے کی آندھیاں اپنی جگہ سے ہٹا سکتی ہیں یہ حکمران زور جاگیر کے بل بوتے پر قائم ہیں اور زور جاگیر اصل نہیں فقط سایہ ہیں جو کسی وقت ڈھل سکتا ہے جب کہ علماء کی طاقت و عزت علم اور عرفان ہے جسے نہ آگ جلا سکتی ہے نہ زمین کھا سکتی ہے اور نہ چور اُڑا لے جا سکتے ہیں اسی باعث حقیقی علماء اپنے کردار کی صلاحیت اور گفتار کی صحت سے کھدر پہن کر بھی اطلس و کمخواب پوشوں کو محو حیرت کر دیتے تھے، سوکھے ٹکڑے کھا کر گھر سے نکلتے اور مرغ و ماہی کی قابوں سے سجے دسترخوانوں کو اپنے خندۂ استہزا سے پھیکا بنا دیتے، مٹی کا پیالہ ہاتھ میں لے کر مینا و ساغر کی محفل کا رنگ بدل آتے، دو پیسے کی ٹوپی سر پر رکھ کر جاتے اور تاج و کُلاہ کو تار تار کر آتے، دانائے راز اقبال نے شاید اسی تاثر کو اپنے الفاظ دیئے ہیں۔

نہ تاج و تخت میں ہے نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

مشائخ اور علماء کسی حکمران کے بلاوے پر کیوں ایوانِ صدر اور چیف منسٹر ہاؤس کا رُخ کرتے ہیں؟ مانا کہ صدر کا گھر مرمر کی سِلوں سے آراستہ ہے مگر پھر بھی خانۂ خدا کی کچی اور ٹیڑھی اینٹوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا، جس کے علماء وارث ہیں، تسلیم کہ چیف منسٹر ہاؤس فانوسوں سے پیراستہ ہے مگر مسجد میں رکھے ہوئے مٹی کے دیے سے زیادہ مقدس نہیں، بلاشبہ ایوانِ صدارت و وزارت میں بیش قیمت قالین بچھے ہیں مگر عبادت گاہ کی چٹائی کا ایک تنکا ان سے زیادہ احترام کے لائق ہے، میں مانتا ہوں کہ صدر کا ایوانِ صدر، وزیراعظم کا سیکرٹریٹ گورنر کا گورنر ہاؤس اور وزیراعلیٰ کا بنگلہ اپنے اندر بڑی جاذبیت رکھتا ہے لیکن کیا مسجد کی روحانیت سے زیادہ؟ وہ اپنے اندر بڑی کرّوفر رکھتے ہیں مگر کیا مسجد کے بام و در سے زیادہ جہاں صدر کو بھی اپنے جوتے اتارنے پڑ جاتے ہیں، سنگ مرمر کی راہداریوں کو جوتے کے تلووں سے لتاڑا جا سکتا ہے لیکن مسجد کے کچے صحن پہ وزیراعلیٰ کو بھی اپنی پیشانی رگڑنی پڑتی ہے، مقامِ غور و فکر ہے کہ کس کا گھر اچھا اور کس کی نسبت بڑی؟ قابلِ احترام علماء کرام! شیشۂ گرانِ غیر سے اپنا جامِ سفال ہر حال میں بہتر ہوتا ہے، اقبال مرحوم نے ایک جگہ

جگنو اور پروانے کا مکالمہ نقل کیا ہے پروانہ جگنو سے کہتا ہے ؎

پروانے کی منزل سے بہت دور ہے جگنو
کیوں آتشِ بے سوز پہ مغرور ہے جگنو

جگنو جواب میں کہتا ہے ؎

اللہ کا صد شکر کہ پروانہ نہیں ہیں
در یوزہ گرِ غیر کا دیوانہ نہیں ہیں

در یوزہ گر کے کشکول میں پڑے ہوئے ہیروں اور موتیوں سے اپنے شکستہ دامن میں موجود بھُنے ہوئے چنے زیادہ لطف دیتے ہیں۔ علماء کی سرکاری درباریں حاضریوں، کنونشنوں میں خود نمائیوں اور سرکاری اخراجات پر حجوں اور غیر ملکی تقریبات میں شرکتوں کے بارے میں پڑھ پڑھ کر یہ خیال آیا کہ کیوں نہ علماء کرام سے یہ گزارش کی جائے کہ جہاں اپنا محدود علم و مطالعہ اور تاریخی حقائق ساتھ دیتے ہیں وہ یہ کہ ہر ملی اور سیاسی تحریک کا نقطۂ آغاز آپ کی ذاتِ گرامی بنی ہے بارش کا پہلا قطرہ بننے کا اعزاز آپ کو حاصل ہے مگر جب چھما چھم برسنے کا وقت اور سرزمینِ ملت میں روئیدگی کا موقع آیا تو بوجوہ کچھ اور لوگ گہرے بادل بن کر اٹھے اور مطلعِ سیاست و ملت پر چھا گئے، جس کے نتیجے میں سارا کریڈٹ انہیں مل گیا ماضی قریب کی تاریخ ہی سامنے رکھ لیں تو مسئلہ واضح ہو جاتا ہے سنوسی تحریک، امام شاملؒ کا نعرۂ حق، ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی، نورسی موومنٹ، تحریکِ خلافت، تحریکِ ہجرت، بالاکوٹ کا مقتل، تحریکِ ریشمی رومال، جزائر انڈمان کی داستانِ عزم و ہمت، قیامِ پاکستان، تحریکِ نظامِ مصطفیٰؐ ہر جگہ مؤثر ترین عنصر اور محرکِ دین و مذہب رہا اور پیش پیش علماءِ ذی وقار، ہر تعذیب و تعزیر ہنسی خوشی اس لیے برداشت کی گئی کہ جذبۂ محرکہ دین تھا اور آنکھوں کے سامنے علماء کی صفیں، ع

چوں پختہ شوی خود را بر سلطنتِ جم زن

الجزائر میں قبرستان آباد ہو گئے، سوڈان اور لیبیا کے صحرا لالہ زار بن گئے، مصر و شام کے گلی کوچے داستانِ شوق و عشق کے ورق ہو گئے، افغانستان کی نجیں ہند لبساطِ عزم و مستی فراسیا ئی محض اس لیے کہ دل و دماغ کی پیشانیاں سجدہ گاہِ دین پر جھک گئیں، الغرض ہر تحریک کا مواد اور محرک دین تھا اور قیادت رجالِ دین کی تھی، مگر جب پھل پک کر گرنے کا وقت آیا تو جھولیاں انہوں نے آگے کر دیں جو یا تو نکتہ چین تھے یا پھر تماشا بین، اور پھر وہی لوگ ہیرو بن گئے اور رفتہ رفتہ علماء کرام کو اس دھارے سے الگ کرنے کا معمول بن گیا اور غالباً علماء بھی اس پر قانع اور مطمئن ہو گئے۔ حالانکہ امرِ واقعہ یہ ہے کہ علماء نے نہ کبھی "سر" کا خطاب حاصل کیا اور نہ "آنریبل" کہلانے کے شوق کے اسیر بنے، نہ انہیں "خان بہادر" کا لقب ملا، اور نہ ہی "نہ ہزاری اور دہ ہزاری" کے منصب پہ فائز

ہوئے، اور اسی طرح آج تک علماء نے نہ کوئی ملک توڑا، نہ ملک بیچا اور نہ مارشل لاء لگانے کے گنہ گار ٹھہرے، ان اعزازات کی مالا ان کے گلے میں نظر آتی ہے جو آج سوختہ نصیبی سے عہدۂ قیادت پر جلوہ گر نظر آتے ہیں لیکن اس کے باوجود بعض علماء کرام دانستہ یا نادانستہ دنیا پرست اور سیکولر قیادت کا ضمیمہ بننے پر رضامند ہو گئے، کتنے اونچے اور باوقار نام ہیں جو ان سیاسی لوٹوں کے حوالوں کے محتاج ہو کر رہ گئے ہیں، جو کل تک انگریز کے تسمے باندھنے اور کھولنے میں سبقت لے جانے کا مظاہرہ کرتے تھے آج علماء کی انگلیاں پکڑ کر انہیں آدابِ سیاست و حریت سکھا رہے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مدعا یہ ہے کہ آپ حضرات ہر معاملے میں زمامِ قیادت اپنے ہاتھ میں رکھیں، ضمنی کے بجائے قائدانہ کردار ادا کریں، کوئی حکمران، کوئی جاگیردار، کوئی سرمایہ دار کوئی عہدیدار اور کوئی ابن الوقت سیاستدان آپ کو اپنی مرضی کے ایشو پر اپنا ہمنوا نہ بنا سکے۔ سلف صالحین کے سیاسی آباد سے ہزار اختلاف سہی لیکن ان علماء کے طرزِ عمل کو ضرور ملحوظ رکھا جائے انہوں نے قربانیاں خود دی ہیں اور منصبِ قیادت بھی اپنے ہاتھ میں رکھا، وہ کسی آکسفورڈ اور کیلیفورنیا کے پڑھے ہوئے شخص کا ضمیمہ بننے پر آمادہ نہیں ہوئے۔

آج کل یورپ اور امریکہ جو "بنیاد پرستی" کا ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے صرف اس لیے کہ اُسے اس لفظ میں علماء کے وقار کی بحالی نظر آرہی ہے وہ "مرغانِ دست آموز" سیاستدانوں کو برداشت کرتا ہے متقی اور مجاہد علماء کی قیادت اُسے ایک آنکھ نہیں بھاتی، یورپ اور امریکہ کو اسلام سے بھی زیادہ "اسلامی قیادت" سے چڑ اور بُغض ہے، اُسے اُس اسلام سے ڈر ہے جسے روحِ اسلام سے ہم آہنگ علماء پیش کر رہے ہیں، کیوں کہ خدا ترس اور مزاج شناسِ دین علماء کے ہاتھوں برپا ہونے والا انقلاب یورپ اور امریکہ کے تاجِ قیادت کا سارا وقار خاک میں ملا دے گا۔

اگر علماء معمولی سطح کے حکمرانوں کی باہنوں میں باہنیں ڈالنے کو بیقرار ہوں اور ان سے ملاقات کو "ملاقاتِ مسیحا و خضر" کا درجہ دیتے ہوں تو امام احمد بن حنبلؒ اور مجدد الف ثانیؒ کی میراث کون سنبھالے گا؟ اگر ان بزرگوں کے نام لیوا ہی ان کے ورثہ علم و جہاد کو طاقِ نسیاں کی نذر کر دیں یا اپنے لیے لائقِ فخر سمجھنا چھوڑ دیں تو آخر کون ہوگا جو ان ٹمٹماتے چراغوں کو اپنے ہاتھ کا دامن بنا کر بجھنے سے بچائے گا؟

ے
خضر کیوں کر بتائے، کیا بتائے؟
اگر ماہی کہے دریا کہاں ہے؟

جناب اسرار عالم صاحب (دہلی)

جاہلی نظام کا فساد اور مہلکات

ایسی حالت میں قابل غور امر یہ ہے کہ آخر اس نظام دوراں کی قیادت میں عالم انسانیت کہاں جارہا ہے؟ اس کا انجام کار کیا ہونے والا ہے یا کیا کچھ ہو سکتا ہے؟ اس اعتبار سے ایک مسلم امت ہونے کی وجہ سے امت محمدیہ کی کیا ذمہ داری ہے؟ یہ سوالات ضرور ایسے ہیں جو پوچھے جانے چاہئیں اور امت مسلمہ کو ان کے متعلق ضرور غور و فکر اور سعی و جہد کرنی چاہیئے۔

اس ذیل میں سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ روئے زمین پر اس جاہلی نظام نے کیسا اور کس درجے کا فساد برپا کر دیا ہے۔ اس لیے کہ اصلاح اسی پیمانے کی ضروری اور موثر ہوگی جس پیمانے کا فساد ہے اور جہاں تک فساد پر اصلاح کو اور جاہلیت پر حق کو ظاہر اور غالب کرنے کی بات ہے تو اصلاح کو فساد سے زیادہ درجے کی اور قوی تر ہونی چاہیئے۔

اس اعتبار سے غور کرنے پر مندرجہ ذیل صورتحال سامنے آتی ہے۔

۱۔ نظام دوراں کے جاہلی اقدار نے انسان کے جملہ شعبہ ہائے حیات کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے۔

۲۔ انسان نے مادی اور مادے سے متعلق فنی میدان میں اپنی زندگی کے دوسرے پہلوؤں کے مقابلے میں غیر متوازن ترقی کی ہے۔

۳۔ نظام دوراں کی جاہلی قدروں کے سبب، فضا، کرۂ ہوا، کرۂ آب، کرۂ ارض، جمادات، نباتات حیوانات اور ماورائے ارض اور ارض کی باہمی استقامت کے توازن (ATMOSPHERE, BIOSPHERE HYDROSPHERE INORGANICS PLANTS ANIMATES ASTRO-PHYSICAL BALANCE) میں زبردست فساد برپا ہوگیا ہے۔

۴۔ انسان کی روحانی، طبعی، نفسیاتی، سیاسی، معاشی، معاشرتی، تہذیبی، ثقافتی اور اخلاقی زندگی میں زبردست فساد برپا ہوگیا ہے۔

۵۔ دنیا سمٹ گئی ہے اور انسان انفرادی اور اجتماعی ہر دو سطح پر طوعاً یا کرہاً مسابقت یا تکاثر

کے لیے موت وحیات کی جنگ (WAR of ATTRITION) لڑ رہا ہے۔

۴۔ ایسی انارکی کی جنگ میں ائمۃ الکفر کی ایک چھوٹی جمعیت ساری زمین، اس پر پائے جانے والے ذی روح اور غیر ذی روح قوت اور وسائل پر اپنی سیاسی، نفسیاتی، معاشی، معاشرتی، تہذیبی ثقافتی اور اخلاقی جباریت اور آمریت قائم کرنے کے درپئے ہے۔

گویا اس اعتبار سے اس کا شدید اندیشہ ہے کہ آئندہ صدی دراصل خطرات یا مہلکات کی صدی ہوگی جس کے انجام کو قرآن کے الفاظ میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

ولما جاء امرنا (ھود ۵۸) اور جب ہمارا حکم (عذاب کے لیے) پہنچا۔

جسے اسی آیت میں عذاب غلیظ (ھود ۵۸) سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ اور یہ سارے عذابات اور مہلکات اس لیے آتے ہیں کہ۔

لیذیقھم بعض الذی عملوا (الروم ۴۱)

وہ مہلکات جن کا شدید اندیشہ پیدا ہو چکا ہے لازمی نتیجہ ہیں اس روش کا جس پر یہ معاصر نظام سارے عالم کے لوگوں کو چلا رہا ہے یا چلنے پر مجبور کر رہا ہے۔

یہ مہلکات بنیادی طور پر دو قسموں کے ہیں۔

(۱) روئے زمین پر نسل انسانی کی بقاء کے تعلق سے۔

(۲) اور روئے زمین پر نسل انسانی کی فلاح کے تعلق سے۔

نسل انسانی کی بقاء کے تعلق سے خطرہ یہ ہے کہ اگر انسانوں کی یہی روش برقرار رہی تو آئندہ صدی تک روئے ارض نسل انسانی کی بقاء، تعمیر اور افزائش کے قابل نہ رہ جائے گی۔

نسل انسانی کی فلاح کے تعلق سے خطرہ یہ ہے کہ اگر معاصر دنیا کے انسان خواہ وہ کسی معاشرے سے تعلق رکھتے ہوں اسی روش پر چلتے رہے جس کی قدریں یہ جاہلی نظام متعین کرتا ہے تو آئندہ صدی تک دنیا روحانی، طبعی، نفسیاتی، سیاسی، معاشی، معاشرتی، تہذیبی، ثقافتی اور اخلاقی طور پر چند جباروں یا ایک جباریت کی صد فی صد غلام ہو کر رہ جائے گی اور لوگوں کے جملہ نجی اور اجتماعی حقوق براہ راست یا بالواسطہ سلب کر لیے جائیں گے اور خدا نا آشنا ظالم افراد کی ایک مختصر جمعیت ان پر چنگیزی کے ساتھ حکومت کرے گی۔

یہ بات محض ادعا نہیں۔ اس حقیقت کا احساس خواہ محکوم افراد کو نہ ہو لیکن نظام عصر کے

ذہین لوگوں کو ضرور ہے جس کا اظہار وہ اپنے طلسم سامری کے مخصوص لب و لہجے [لہ] میں کرتے رہتے ہیں۔ ۱۹۷۷ء میں صدر جمی کارٹر کی ہدایات پر ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے ۱۹۸۰ء میں اپنی رپورٹ پیش کی۔ اس رپورٹ میں روئے زمین پر نسل انسانی کی بقا کے تعلق سے کہا گیا۔

"If present trends continue, the world in 2000 will be more crowded, more polluted, less stable ecologically and more vulnerable to disruption than the world we live in now."

("US Global 2000Report to the US President." 1980)

ترجمہ: اگر حالیہ روش اسی طرح برقرار رہی تو ۲۰۰۰ء میں دنیا زیادہ پر ہجوم، زیادہ آلودہ، ماحولیاتی اعتبار سے کم مستحکم اور با آسانی تباہ ہو جانے کے قابل ہو جائے گی اس دنیا کے مقابلے میں ہم ابھی سانس لے رہے ہیں۔

لہ "طلسم سامری کے مخصوص لب و لہجے" سے مراد کوئی شاعرانہ تفنن نہیں ہے بلکہ اس جاہلی نظام کی مخصوص قوت اور اس کے اسلحہ خانے کا ایک مخصوص ہتھیار ہے جس سے خائف ہونا اور بچنے کی تدابیر کرنا تو دور کی بات تقریباً سارا کا سارا مشرق حتیٰ کہ تحریک اسلامی کے بیشتر حلقہ جات بالکلیہ اس زلف گرہ گیر کے اسیر ہو چکے ہیں۔ اور وہ ہے علم و خبر کے حصول و تحفیظ اور انتشار کی معاصر قدر کو اس عہد میں اپنے لیے لازم قرار دینا جس کے تحت مغربی طرز کے تحقیقی مواد کو جمع کرنا، محفوظ رکھنا اور اس سے فائدہ اٹھانا، مغربی طرز کی اصنافیات کو جمع کرنا، محفوظ رکھنا اور اس سے فائدہ اٹھانے کو ناگزیر قرار دینا، اور مغربی طرز کے ذرائع ابلاغ یعنی ریڈیو، ٹی وی، اخبار، کتاب (اشاعت)، اشتہارات، تمثیل، نغمہ اور فلم کو مفید ہی نہیں ناگزیر سمجھنا۔ اور یہ نتیجہ ہے علم و خبر کے حصول، تحفیظ اور انتشار کے طریقوں، آلہ جات اور ادارہ جات کو مجرد اور خیر و شر سے پاک سمجھ لینے کا اور اس بات کا کہ اصل خرابی تو اس کے استعمال کرنے والے اور برتنے والوں کی ہے اور یہ کہ اگر یہ سب کچھ اہل حق کے ہاتھوں ہو تو اس میں خیر ہی خیر ہے۔ حالانکہ اہل علم اگر غور فرمائیں تو وہ اس بات سے اتفاق کریں گے کہ یہ خیالات محض سطحی غور و فکر کے سبب ہی پیدا ہو سکتا ہے۔ علم و خبر کے حصول و تحفیظ اور انتشار کے طریقوں، آلہ جات اور اداروں کے پیچھے وہ معاصر قدر ہے اور جس کی جاہلیت اس کی رگ و پے میں خون کی طرح رواں ہے جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں گزر چکا ہے اور یہ قدر بنیادی طور پر انسان کو یقین پر قائم رہنے نہیں دیتا بلکہ مجبور کرتا ہے کہ وہ یقین پر ظن کو راجح قرار دے جس کے تحت (MISINFORMATION) کا ایک لامتناہی مرئی اور غیر مرئی نظام حرکت کرتا ہے جس سے رفتہ رفتہ انسانی زندگی کا ہر شعبہ ظنیات کی زمین پر ایستادہ کر دیا جاتا ہے۔ اور اس طرح انسانی زندگی کی معادلات کا ہر عامل متغیر ہو کر رہتا ہے۔

یہی رپورٹ روئے زمین پر انسانی فلاح کے تعلق سے کہتی ہے ۔

"Though there would be greater material output including production of food, the worlds people will be as poorer in many ways that it is to-day."

ترجمہ: اگرچہ (آئندہ صدی میں) زیادہ مادی پیداوار ہوگی بشمول غذائی پیداوار کے ۔ دنیا کے لوگ مختلف حیثیتوں سے زیادہ غریب ہوں گے جتنا کہ وہ آج ہیں ۔

اور اس صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے عزائم اس طرح درج کیے گئے ہیں جنہیں صدر امریکہ کے نام اور اس مملکت کو مخاطب کرتے ہوئے یوں بیان کیا گیا ہے ۔

"Vigorous, determined, new initiatives are needed if worsening poverty and human suffering, environmental degradation, and international tension and con flicts are to be avoided."

"As era of unprecedented co-operation and commitment is essential."

"..... priority for the United States is to co-operate generously and justly with other nations in seeking solutions."

ترجمہ: "افلاس، انسانی تکالیف، ماحولیاتی انحطاط اور بین الاقوامی کشیدگی اور تصادمات کی بگڑتی صورت حال سے بچنے کے لیے زبردست مستحکم اور نئے اقدامات کی ضرورت ہے"

"تعاون اور تعہد کے بے نظیر عہد (کا شروع کرنا) لازمی ہے ۔"

"ریاست متحدہ امریکہ کے لیے ترجیح اس بات کی ہے کہ وہ اس حل کی تلاش میں دوسرے ممالک کے ساتھ فیاضانہ اور منصفانہ تعاون کرے" [1]

---

[1] ممکن ہے ان الفاظ اور بیان کو دیکھ کر کسی کو یہ گمان ہو کہ یہ نہایت تعمیری، خوشگوار اور انسانی طریق کار ہے جاہلیت کے اسی دجل کو گزشتہ صفحات میں "طلسم سامری کا مخصوص لب ولہجہ" کہا گیا ہے ۔ رڈیارڈ کپلنگ تو بے سلیقہ شاعر تھا ۔ جس نے بھونڈے طریقے سے اس کا استعمال کیا تھا اس نے کہا تھا ۔

(Take-up the white Man's burden - / And reap his old reward:/ The blame of those ye better, / The hate of those ye gaurd. (The white Man's Burden).

ورنہ اہل علم وہ اعلان بخوبی جانتے ہیں جو امریکی صدر ولیم میک کنلے نے فلپائن سے متعلق کیا تھا

یہ تو محتاط ترین اظہار خیال ہے جسے بے پناہ ساحری کے ساتھ تیار کیا گیا ہے ورنہ حقیقت تو اس قدر سنگین ہے کہ اس کے تصور سے ہی دل کانپ اٹھتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دنیا اپنی بقا اور فلاح دونوں اعتبار سے تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی ہے۔ لیکن سوال ہے کہ آخر ایسا کیوں ہوا؟ اس سوال کا صرف ایک ہی جواب ہو سکتا ہے، یہ لازمی نتیجہ ہے اس جاہلیت خالصہ کا جس کے رگ وپئے توحید، رسالت اور آخرت کے انکار کے خلیوں سے بنائے گئے ہیں، جس کے تحت انسانی عقل کل کا درجہ رکھتی ہے، جہاں عقل اور تمام انسانی اعمال تابع ہیں اس قوت کے جسے انسانی خواہش کہتے ہیں جو انسان کو لازماً شتر بے مہار بنا کر چھوڑتی ہے۔

یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کا احساس صرف مشرقی ذہن ہی کر سکتا ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مغرب میں بھی ایسے افراد ہیں جنہیں اپنی حقیقت کا علم ہے اور وہ بسا اوقات اس کا اظہار بھی کرتے ہیں University of Michigan کے Henryk Skolimowski کہتے ہیں۔

"We are the most powerful civilization that ever existed."

وہ آگے چل کر فرماتے ہیں۔

"The craving for power over things (and over other people, that are reduced to things) is a part of a tanscendental yearning, is an attempt to identify with a larger scheme of things ....."

ترجمہ: "اشیاء پر قدرت (اور اسی طرح دوسرے انسانوں پر جنہیں اشیاء کی سطح تک لا دیا گیا ہے) کی خواہش (اس مغربی قوم کی) حقیقی اور فوق الوجودی خواہش کا ایک حصہ ہے، یہ ایک سعی ہے اشیاء کے وسیع تناظر میں اپنی علامت قائم کرنے کی۔

وہ آگے کہتے ہیں۔

"Out of the many possible connotations and Menifestation of power, we have chosen to enshrine one particular embodiment: power conceived as brute force for the purpose of control and domination. It is this particular Menifestation of power that has become interwoven into a larger structure called western secular civilization; and it is this form of power that causes havoc and is 'most dangerous'."

ترجمہ: طاقت وقوت کے متعدد ممکنہ دلالات اور مظاہر ہیں، ہم لوگوں نے اپنی مخصوص تجسید کو سمونے کی کوشش کی ہے۔ یعنی حصول قوت بطور قوت قاہرہ جس سے کنٹرول اور اقتدار حاصل ہو اور برقرار رہے، طاقت کا یہ وہ مخصوص مظہر ہے جو اس وسیع و عریض عمارت میں ہم جا

پیوست ہوگیا ہے جسے مغربی سیکولر تہذیب کہتے ہیں۔ اور یہی وہ شکل ہے جو خوف کا سبب ہے اور جو نہایت خطرناک ہے۔

بغیر کسی لاگ لپیٹ کے وہ مزید کہتے ہیں کہ یہ ایک نئی ایمانیات (Eschatology) ہے۔ اس کی تشریح فرماتے ہوئے وہ کہتے ہیں۔

> "The elevation of the myth of power to its present and dangerous position (in western civilization) has happened because western man has given up one form of salvation and has embarked (in the post Renaissance times) on other form. The idea of salvation was removed from heaven and placed squarely on earth. In time, this salvation came to signify gratification in earthly terms alone. This meant using the earth, mastering the earth, subjugating the earth. The enjoyment of the fruit of the earth was only a part of the scheme; the other part was the enjoyment of power over the earth, over nature, over things."
>
> (Henryk Skolimowski): 'The reality and illusion of power; SEMINAR, DELHI, 323, July 1986).

ترجمہ: "تصور قوت کا ارتفاع اپنی موجودہ خطرناک شکل میں (مغربی تہذیب میں) اس لیے ہوا ہے کہ مغربی انسان نے نجات کے ایک طریقہ کو ترک کر کے (مابعد نشاۃ الثانیہ عہد میں) دوسرے طریقے کو اختیار کر لیا ہے۔ نجات کا تصور آسمان سے ہٹا دیا گیا ہے اور پوری طرح زمین پر قائم کر دیا گیا ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نجات کا یہ تصور ارضی اشیاء پر قدرت اور استمتاع ہی میں منحصر ہو چکا ہے۔ اس کا مفہوم ہے زمین کا استعمال کرنا، زمین پر قدرت حاصل کرنا، زمین کو مفتوح کرنا، زمین کے متاع سے لطف اندوز ہونا تو صرف اس وسیع اسکیم کا ایک حصہ ہے اس کا دوسرا حصہ ہے اقتدار و قوت قاہرہ کا لطف لینا زمین پر، فطرت پر، اشیاء پر۔" [۱]

سب کے تعامل سے پیدا ہونے والی صورتحال روز بروز انتہائی تشویشناک ہوتی جا رہی ہے۔

سیاسی طور پر دنیا کے ممالک اپنا مقتدرانہ استقلال کھوتے جا رہے ہیں۔ مغربی علم و خبر کے حصول، تحفظ اور انتشار کے آلہ جات اور اداروں کا استعمال کرنے والے، ان پر بھروسہ کرنے والے اور انہیں حرف آخر نہیں تو کم از کم قابل استدلال سمجھنے والے عموماً انہیں بھول بھلیوں میں کھو جاتے ہیں جس میں ساحر الموط انہیں رکھنا چاہتا ہے۔ دنیا میں (Sovereignty) کی بدلتی ہوئی تعریف اور حقیقی

---

[۱] مذکورہ غلبہ بر زمین و اشیاء کا اسلامی تسخیر کائنات سے کوئی علاقہ نہیں۔

صورتحال کے متعلق عموماً یہ رائے قائم کی جاتی ہے کہ عصر حاضر کی دنیا میں انسانیت کے خیالات فروغ پا رہے ہیں، ملکوں میں اور قوموں میں تعاون بڑھ رہا ہے اور لوگ اس درجہ بلند ہو چکے ہیں اور رفتہ رفتہ بلند ہوتے جا رہے ہیں کہ محدود تعصبات کو ترک کر کے عالمی انسانیت کے جذبات اختیار کرتے گئے ہیں۔ اور یہ بڑھتا ہوا تعاون اس درجہ بالیدہ ہو چکا ہے کہ لوگ عالمی نظام حکومت (Global Form of Government) کی بات کرتے لگے ہیں اور اب ان میں اس قدر توسع آ گیا ہے اور فی الواقع اب یہ اس قدر ناگزیر ہے کہ محدود تعصبات کے بجائے دنیا کے ممالک اپنے استقلال اور اقتدار اعلیٰ کے کچھ حصے سے دست بردار ہو جائیں اور اسے ایک عالمی نظام کے حوالے کر دیں لہ۔ حالانکہ ایسا کچھ بھی نہیں ہے Jean Bodin (1530-96) کا De La Republique میں بیان کردہ تصور اقتدار اعلیٰ ہو یا ہوگو گروٹیس کا (De Jure Belli ac Pacis) میں بیان کردہ یا (E.H.Cohen) کا تصور جدید یہ سبھی ایک ہی سفر کے مراحل و منازل ہیں۔ ایک نئی استعماریت کی یہ عبوری اور موقتی شکلیں ہیں۔

(UNO) اور اس کے اعضا، "اقوام متحدہ کا منصوبہ برائے عالمی کنٹرول برائے جوہری قوت"، (United Nations Plan for the International control of AE) شومن منصوبہ (Schuman Plan)

یورپی معاشی معاشرہ (EEC)، یورپی مشترکہ منڈی، یورپی پارلیمنٹ وغیرہ ہم اس کی سیال شکلیں ہیں معاشی صورتحال اور بھی تشویشناک ہے۔ اگرچہ ان اعداد و شمار پر قطعاً بھروسہ نہیں کیا جا سکتا جو اسی نظام فکر کے ذرائع علم و خبر کی دین ہیں۔ ان کا بیشتر حصہ غلط اطلاع دینے (Misinformation) اطلاع نہ دینے (Uniformation) کو سلب کر لینے (Disinformation) نامعلومات کی غلط توجیہ کر کے غلط فہمی پیدا کرتے (Misinterpretation) معلومات کی حقیقی صورتحال زاویہ، وزن، ترجیحات وغیرہم کو مسخ کر کے اس کے توازن کو اپنے حق میں بنا کر پیش کرنے یا کم از کم اس طریقہ کار کی افراط و تفریط سے پُر ضرور رہے ہیں کا تذکرہ تاریخ کی زبان میں اس طرح کیا گیا ہے۔

> "The western attitude is typical of their style of fixing the starting points of History on events which suit their convenience."

لہ حالیہ دنوں میں ایک صاحب نے اس توضیح کو راہ دیتے ہوئے ایک عجیب و غریب استدلال فرمایا ہے پہلے تو آپ نے اقتدار اعلیٰ کے شعبوں، درجوں اور پہلوؤں کی فہرست دی پھر فرمایا کہ چونکہ عہد حاضر میں کوئی بھی حکومت اس اقتدار اعلیٰ کا دعویٰ نہیں کرتی جو حاکمیت اللہ کا لازمہ ہو لہٰذا عہد حاضر میں کسی بھی حکومت کو باطل کہنا صحیح نہیں ہوگا۔

ترجمہ : مغربی طرز اس اعتبار سے عجیب ہے کہ وہ تاریخ کے کسی واقعے کے نقطہ آغاز کو اس طرح متعین کرتا ہے جو ان کے اعتبار سے مفید مطلب ہو

تاہم یہ فرض کرتے ہوئے کہ یہ اعداد و شمار اس اعتبار سے پیش نہیں کیے جا رہے ہیں کہ ان میں مغرب اور مغربی نظام کے لئے تاویل کی گنجائش نکل سکے اور اس سے خوش گمانی کو تقویت ملے۔ اس سے کچھ ذیل میں استفادہ کیا جاتا ہے۔

متعدد ذرائع کے جمع کردہ اعداد و شمار کے مطابق دنیا کی نصف آبادی کے پاس روزانہ صرف ایک وقت کے بقدر کھانے کا سامان ہے۔ دنیا کے تقریباً قابل لحاظ ۱۶۰ ملکوں میں سے ۱۵۰ ممالک میں ۲۵ فی صد بچے پانچ سال کی عمر سے پہلے پہلے مر جاتے ہیں۔ دنیا کی تقریباً ۸۰ کروڑ آبادی کے پاس قوت لایموت سے زیادہ سامانِ زندگی میسر نہیں۔

دنیا کے ۱۵۰ سے زیادہ ممالک بیرونی قرضوں میں ملوث ہیں۔ ۱۴۰ سے زیادہ ممالک بیرونی قرضوں کے بوجھ سے دبے جا رہے ہیں۔ ان ملکوں پر محدود اندازے کے بقدر ۱.۲ ٹریلین ڈالر..... (1 Trillion = 1 Million x Million x Million) کا قرض ہے۔ ۱۹۸۳ء میں تجارتی بنکوں (Commercial Banks) کے کل دعوے ان ملکوں پر ۲۲۵ ملین ڈالر سے زائد تھے۔ اور ان میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ ۱۹۸۲ء میں صرف ڈیبٹ سروسنگ (Debt Servicing) یعنی سود اور استہلاک دین (Interest and amortisation) کی ادائیگیاں ترقی پذیر ملکوں کی کل برآمدات کی ۱۶ فیصد تھیں یہ ادائیگیاں صرف دو سال قبل یعنی ۱۹۸۰ء میں ۱۱ فیصد تھیں۔

بین المللی تجارتی ادارے (Multinationals or MNCs) ان ملکوں میں زیادہ سے زیادہ دخیل ہوتے جا رہے ہیں۔ اب ان کی حیثیت ترقی یافتہ ملکوں کے ہراول دستے کی ہے۔ تین سو سال قبل صرف ایک برطانوی تجارتی ہراول دستے کی تباہ کاریاں مشرقی اقوام کو یاد ہوں گی۔ آج عصر حاضر میں ان ہراول دستوں کی تعداد ہزار سے تجاوز کر گئی ہے۔ ان کی قوت، وسعت اور دائرہ کار کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا میں ۸۰۰ سے زائد ایسے MNCs ہیں جن میں سے ہر ایک کا سالانہ Turnover 100 ملین ڈالر سے زائد ہے۔ ان میں سے ۸۰ فیصد سے زیادہ کا تعلق برطانیہ، مغربی جرمنی، فرانس اور ریاستہائے متحدہ امریکہ سے ہے۔

دنیا میں پائی جانے والی دوسری مالی اور اقتصادی ادارے جن سے اکثر افراد خوش گمان ہیں۔ دراصل اس پورے نظام کے معین و مددگار ہیں۔ ان اداروں میں خصوصیت سے جن کا نام لیا جا سکتا ہے وہ ہیں: عالمی بینک (World Bank)، عالمی مالی فنڈ (IMF) یورپی مشترکہ منڈی EEC اور (OECD) ہیں۔

دار الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان کی طرف سے قابل قدر پیشکش
خیر الفتاویٰ
جلد اوّل دوم سوم
قیمت مکمل سیٹ مجلد ۶۶۰ روپے
مدارس اور طلبہ کے لئے خصوصی رعایت
مرتبہ : مولانا مفتی محمد انور مدظلہ
جلد اول : ایمان وعقائد، سُنت وبدعت، سلوک واحسان، حدیث وتاریخ۔
جلد دوم : از کتاب الطہارت ـــ تا ـــ ما یتعلق باحکام المسجد
جلد سوم : از کتاب الجمعہ ـــ تا ـــ کتاب الزکوٰۃ
جامعہ خیر المدارس ملتان کا دار الافتاء عالم اسلام بالخصوص پاکستان میں اپنی محققانہ اور معتدل رائے کی بنا پر ایک خصوصی مقام رکھتا ہے۔ یہاں سے جاری کردہ فتاویٰ پورے ملک میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں اور وقعت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ خیر الفتاویٰ انہی فتاویٰ میں سے اہم ترین فتاویٰ کا ایک وقیع انتخاب ہے، اور حضرت مولانا خیر محمد علیہ الرحمۃ اور حضرت مولانا مفتی محمد عبد اللہ رح اور حضرت مولانا مفتی عبد الستار مدظلہ کی ۴۰ سالہ محنت کا ثمرہ ہے۔
تمام جلدیں ختم ہوجانے پر تینوں جلدیں مکتبہ امدادیہ نے اپنے روایتی معیار اور عمدہ کاغذ پر شائع کی ہیں۔
مکتبہ امدادیہ
ٹی۔ بی ہسپتال روڈ۔ ملتان۔ پاکستان

ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی — ترجمہ ڈاکٹر احمد حسن

علمِ حدیث میں خواتین کی خدمات

زیر نظر مقالہ ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی کی انگریزی میں حدیث کے موضوع پر معروف کتاب "حدیث لٹریچر" سے ماخوذ ہے۔ مضمون کی افادیت کے پیش نظر اس کا اردو ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

آپ کو ایسے کم ہی علوم ملیں گے جن کے ارتقاء نشوونما اور ترقی میں مردوں کے شانہ بشانہ خواتین نے بھی ایک اہم کردار ادا کیا ہو۔ تاہم اس سلسلے میں علم حدیث کا ایک نمایاں استثناء ہے۔ تاریخ اسلام کے ابتدائی دور ہی سے حفاظت حدیث اور علوم حدیث کی ترقی میں خواتین نے اہم خدمات انجام دی ہیں۔ ادب حدیث کے ارتقاء میں انہوں نے ہر مرحلہ پر نہایت گہری اور پرجوش دلچسپی کا مظاہرہ کیا ہے۔ تاریخ کے ہر دور میں حدیث کی ایسی ماہر اور ممتاز خواتین موجود رہی ہیں جن کے سامنے مردوں نے بھی نہایت عزت و احترام سے گردن جھکائی ہے کتب اسماء الرجال کی آخری جلدوں میں عام طور سے حدیث کی ماہر خواتین کے حالات مذکور ہوتے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ماضی میں مردوں کے علاوہ کتنی ایسی خواتین گذری ہیں جو حدیث کی ماہر تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں خواتین نہ صرف علم حدیث کے ارتقاء کا سبب بنیں، بلکہ مردوں کو اپنی روایت سے احادیث پہنچائیں۔ آپ کی وفات کے بعد بہت سی صحابیات کو، جن میں آپ کی ازواجِ مطہرات شامل تھیں، علوم نبوی کا محافظ سمجھا جاتا تھا۔ اور حدیث کے طالبین جوق در جوق ان کے پاس پہنچتے اور ان سے مستفید ہوتے۔ ان میں حضرت حفصہؓ، حضرت ام حبیبہؓ، حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عائشہؓ کے اسماء گرامی حدیث کے ہر طالب علم کو معلوم ہیں۔ نیز یہ کہ حدیث کی سب سے پہلی روایت کرنے والی خواتین یہی تھیں۔ بالخصوص حضرت عائشہؓ کو تاریخ ادب حدیث میں سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ نہ صرف یہ کہ ابتداء اسلام میں انہوں نے احادیث روایت کیں، بلکہ بڑی احتیاط سے وہ ان احادیث کی تشریح بھی فرماتی تھیں۔

اس کے بعد صحابہ و تابعین کے دور میں بھی حدیث میں خواتین کو نمایاں مقام حاصل رہا ہے۔ حفصہ بنت ابن سیرین (۱) ام الدرداء اصغری۔ وفات ۸۱ھ) اور عمرہ بنت عبدالرحمٰن اس دور کی چند مشہور محدث خواتین ہیں۔ ایاس بن معاویہ ام الدرداء کو علم و فضل و حدیث دانی میں اس دور کے تمام محدثین کے مقابلہ میں جن میں حسن بصریؒ اور ابن سیرینؒ بھی شامل تھے، ایک اعلیٰ مقام دیتے تھے (۲)۔ عمرہ بنت عبدالرحمٰن کو حضرت عائشہؓ کی مرویات پر

سند سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے، مدینہ کے قاضی ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم کو یہ حکم دیا تھا کہ عمرہ کی روایت کی ہوئی تمام احادیث کو لکھ کر محفوظ کر لیں (۳)

ان کے علاوہ اسی دور کی جن خواتین نے حدیث میں ممتاز مقام حاصل کیا اور تدریس حدیث میں شہرت حاصل کی، ان کے نام یہ ہیں۔ عابدہ المدینہ، عبدہ بنت بشر، ام عمر الثقفیہ، زینب جو علی بن عبداللہ بن عباس کی پوتی تھیں، نفیسہ بنت حسن بن زیاد، خدیجہ ام محمد، عبدہ بنت عبدالرحمٰن۔ ان میں سے بعض کا تعلق نیچے خاندانوں سے تھا، اور بعض کا اونچے خاندانوں سے۔ یہ ساری خواتین اپنے زمانہ میں حدیث پر کامل مہارت رکھتی تھیں۔ مثلاً عابدہ محمد بن یزید کی باندی تھیں۔ انہوں نے اپنے دور میں مدینہ کے کبار محدثین سے حدیث پڑھی تھی۔ حبیب دحون اندلس کے ایک مشہور محدث تھے۔ وہ حج کے موقع پر مدینہ تشریف لائے اور ان خاتون کی حدیث میں مہارت سے بہت متاثر ہوئے۔ ان کے مالک محمد بن یزید نے ان کی شادی حبیب دحون کے ساتھ کر دی، اور وہ ان کو اپنے ساتھ اندلس لے گئے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے مدینہ کے اپنے شیوخ حدیث سے دس ہزار احادیث روایت کیں (۴)

زینب بنت سلیمان (وفات ۱۴۲ھ) شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کے والد السفاح کے چچا زاد بھائی تھے۔ السفاح عباسی خاندان کے بانی تھے۔ اور خلیفہ منصور کے عہد خلافت میں بصرہ، عمان اور بحرین کے گورنر رہ چکے تھے (۵) زینب کو حدیث پر بڑی مہارت حاصل تھی، اور ان کا شمار اپنے دور کی ان ممتاز خواتین میں ہوتا تھا۔ جو محدثات کہلاتی تھیں۔ ان سے متعدد مشہور اور اہم شخصیتوں نے حدیث روایت کی ہے (۶)

تاریخ حدیث میں مردوں کے ساتھ خواتین کا اشتراک علم حدیث کی ترقی میں مسلسل جاری رہا۔ تاریخ تدوین حدیث کے آغاز ہی سے تمام مشہور اور اہم جامعین حدیث نے حدیث کے مجموعوں میں اپنی خواتین شیوخ سے احادیث روایت کی ہیں۔ احادیث کے تمام مشہور اور اہم مجموعوں میں ہمیں بکثرت ایسی خواتین کے نام ملتے ہیں جن سے ان مجموعوں کے جامعین نے براہ راست احادیث روایت کی ہیں۔ تدوین حدیث اور احادیث کے مجموعوں کے وجود میں آنے کے بعد اکثر خواتین نے ان میں سے بیشتر حدیث کی کتابوں پر عبور حاصل کیا، اور درس حدیث کے حلقے قائم کئے۔ ان حلقوں میں حدیث کے طلبہ، مرد اور عورتیں کثیر تعداد میں شریک ہوتے۔ اور بہت سی اہم شخصیتیں جنہیں بعد میں حدیث میں شہرت حاصل ہوئی ان کے سامنے سرنگوں ہو کر بیٹھیں اور ان سے حدیث کی سند حاصل کرتیں۔

چوتھی صدی ہجری میں مندرجہ ذیل خواتین نے علم حدیث میں شہرت حاصل کی، تدریس حدیث کی خدمت انجام دی اور ان کے حلقۂ درس میں کثرت سے طلبہ حدیث نے شرکت کی۔ فاطمہ بنت عبدالرحمٰن (وفات ۳۱۲ھ) جو اپنے لباس اور زہد و تقویٰ کے سبب صوفیہ کے نام سے مشہور تھیں۔ فاطمہ امام ابوداؤد کی پوتی تھیں، جو صحاح ستہ کی معروف کتاب سنن ابی داؤد کے جامع تھے۔ امۃ الواحد (وفات ۳۷۷ھ) مشہور فقیہ محاملی کی صاحبزادی تھیں، ام الفتح امۃ السلام

(وفات ۳۹۰ھ) اپنے زمانہ کے مشہور قاضی ابوبکر احمد (وفات ۳۵۰ھ) کی صاحبزادی تھیں۔ جمعہ بنت احمد۔ ان کے علاوہ اس صدی کی دیگر خواتین بھی تھیں جنہوں نے حدیث میں اعلیٰ مقام حاصل کیا تھا (۷)

پانچویں صدی ہجری میں بھی متعدد خواتین نے فن حدیث میں نام پیدا کیا اور ان کا شمار اس دور کی مشہور محدثات میں ہوتا ہے۔ فاطمہ (وفات ۴۸۰ھ) نے جو مشہور صوفی حسن بن علی الدقاق کی صاحبزادی تھیں اور ابوالقاسم القشیری کی اہلیہ تھیں، نہ صرف خطاطی میں شہرت حاصل کی، بلکہ حدیث میں انتہائی کمال حاصل کیا۔ اور اپنی علوئے اسناد کے سبب وہ اپنے دور کے محدثین میں ممتاز مقام رکھتی تھیں (۸)۔ کریمہ المروزیہ (وفات ۴۶۳ھ) بنت احمد اپنے دور میں صحیح بخاری پر سند سمجھی جاتی تھیں۔ ہرات کے ایک مشہور محدث ان کو حدیث میں بہت اہمیت دیتے، اور حدیث کے طلبہ کو ان سے صحیح بخاری پڑھنے کی تاکید کرتے، کیونکہ انہوں نے صحیح بخاری ہیثم کی اسناد سے پڑھی تھی۔ ایک خاتون محدث کی حیثیت سے انہوں نے بے شمار احادیث۔ اپنی روایت سے بہت سے علماء تک پہنچائیں (۹)۔ مشہور مستشرق پروفیسر گولڈ زیہر لکھتے ہیں کہ طلبہ کو صحیح بخاری کی روایت کے اجازات (اجازت نامے) دینے کے بارے میں ان کا نام تاریخ حدیث میں بہت کثرت سے ملتا ہے (۱۰)۔ علامہ ابوالمحاسن کے اجازہ میں ان کا نام موجود ہے اور آپ کو سن کر یہ تعجب ہوگا کہ تاریخ بغداد کے مصنف خطیب بغدادی (۱۱) اور اندلس کے شہرہ آفاق محدث الحمیدی (۱۲) (المتوفی ۴۲۸ھ) نے انہی خاتون سے صحیح بخاری پڑھی تھی۔

پروفیسر گولڈ زیہر کے بیان کے مطابق کریمہ بنت احمد کے علاوہ بہت سی خواتین کو روایت بخاری کی تاریخ میں ممتاز مقام حاصل تھا (۱۳)۔ صحیح بخاری کی روایات میں فاطمہ بنت محمد (وفات ۵۳۹ھ) شہدی بنت احمد بن الفرج (وفات ۵۷۴ھ) اور ست الوزراء بنت عمر (وفات ۷۱۶ھ) نے خصوصیت کے ساتھ روایت بخاری میں شہرت حاصل کی (۱۴)۔ فاطمہ نے مشہور محدث سعید العیار کی سند سے صحیح بخاری روایت کی۔ اور حدیث میں شہرت کے سبب ان کو مسندۃ اصبہان (یعنی اصفہان میں حدیث پر اتھارٹی) کہا جاتا تھا۔ درحقیقت یہ ان کا قابل فخر خطاب تھا۔ شہدی ایک باکمال خطاط بھی تھیں۔ تذکرہ نگاروں نے "خطاط"، مسندۃ حدیث اور فخر نسوانیت" کے القاب سے ان کا ذکر کیا ہے۔ ان کے جد امجد سوئیوں کا کاروبار کرتے تھے۔ اس لیے وہ ابری کے نام سے مشہور تھے لیکن ان کے والد ابونصر (متوفی ۵۰۶ھ) کو حدیث کا بہت اچھا ذوق تھا، اور اپنے [illegible] متعدد اساتذہ فن سے انہوں نے اس کی تحصیل کی تھی (۱۵)۔ انہوں نے اپنی صاحبزادی کو حدیث کی تعلیم دلائی، اور ان خاتون نے اپنے زمانہ کے مشہور محدثین سے اخذ علم کیا۔ ان کی شادی علی بن محمد سے ہوئی، جن کا شمار اس دور کے شعرا، اور عمائدین میں ہوتا تھا۔ علمی ادبی ذوق رکھتے تھے۔ اور آخری عمر میں خلیفہ المقتفی باللہ کے مصاحبین میں شامل ہوگئے تھے۔ [illegible] انہوں نے ایک مدرسہ اور خانقاہ قائم کی، اور ان کے اخراجات کے لیے اراضی وقف کی۔ ان کی اہلیہ شہدی کو حدیث میں شہرت حاصل

ہوئی، اور وہ علوئے اسناد کے سبب مشہور تھیں (۱۶)

صحیح بخاری اور حدیث کی دوسری کتابوں کے ان کے حلقہ درس میں طلبہ کا ہجوم ہوتا۔ اور حدیث میں ان کی شہرت کے سبب بعض لوگ جھوٹ بول کر خود کو ان کا شاگرد ظاہر کرتے (۱۷) اسی طرح ست الوزراء اپنے زمانہ کی مشہور مسندہ (یعنی حدیث میں اتھارٹی) تھیں۔ وہ مصر اور شام میں صحیح بخاری اور حدیث کی دوسری کتابوں کا درس دیتی تھیں۔ (۱۸) صحیح بخاری کا درس ام الخیر امتہ الخالق (وفات ۹۱۱ھ) بھی دیتی تھی۔ یہ خاتون حدیث کی حجازی مکتبہ فکر پر سند مانی جاتی تھیں (۱۹) عائشہ بنت عبدالہادی بھی صحیح بخاری کا درس دیتی تھیں (۲۰)

محدثین کے اجازت ناموں (اجازات)، اسماء الرجال، کی کتابوں اور کتب حدیث کے قلمی نسخوں کے ترقیموں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف ادوار میں صحیح بخاری کے علاوہ یہ محدث خواتین طلبہ کو حدیث کی دوسری کتابیں بھی پڑھایا کرتی تھیں۔ چنانچہ ام الخیر فاطمہ بنت علی (وفات ۵۳۲ھ) اور فاطمہ شہروریہ صحیح مسلم کا درس دیتی تھیں۔ (۲۱) فاطمہ جوزدانیہ (وفات ۵۲۴ھ) نے اپنے حلقہ درس میں طلبہ کے سامنے طبرانی کی تینوں معاجم کو اپنی روایت کے ساتھ سنایا (۲۲)۔ ایک خاتون زینب (وفات ۶۸۸ھ) حران کی رہنے والی تھیں۔ ان کے حدیث کے حلقہ درس میں کثیر تعداد میں طلبہ شریک ہوتے تھے۔ اور وہ مسند احمد بن حنبلؒ کا درس دیتی تھیں، جو حدیث کے مجموعوں میں سب سے بڑا مجموعہ سمجھا جاتا ہے۔ جویریہ بنت عمر (وفات ۷۸۳ھ) اور زینب بنت احمد بن عمر (وفات ۷۲۲ھ) نے حصول حدیث کے لیے طویل سفر کیے اور مصر اور مدینہ میں درس حدیث کے حلقے قائم کیے۔ زینب بنت احمد بن عمر نے مسند دارمی اور مسند عبد بن حمید کو طلبہ کے سامنے روایت کیا۔ طلبہ حدیث ان کے درس میں شریک ہونے کے لیے طویل مسافت طے کر کے آتے (۲۳)۔

زینب بنت احمد کامل (وفات ۷۴۰ھ) نے ایک بار شتر حدیث کی سندیں حاصل کی تھیں۔ وہ مسند ابی حنیفہ شمائل الترمذی اور امام طحاوی کی شرح معانی الآثار کا درس دیتی تھیں۔ اور آخر الذکر کتاب یعنی شرح معانی الآثار انہوں نے ایک دوسری خاتون عجیبہ بنت ابی بکر سے پڑھی تھی (۲۴)۔ مشہور سیاح ابن بطوطہ نے زینب بنت احمد کامل اور ان کی بعض ہمعصر خواتین سے دمشق میں اپنے قیام کے دوران حدیث پڑھی (۲۵) تاریخ دمشق کے مشہور مصنف ابن عساکر نے بارہ سو مردوں اور آٹھ سو خواتین سے حدیث پڑھی اور زینب بنت عبدالرحمن سے موطا امام مالک کا اجازہ (اجازت نامہ) حاصل کیا (۲۶) حافظ جلال الدین سیوطی نے رسالہ شافعی جو اصول حدیث اور اصول فقہ کی ابتدائی اور بنیادی کتاب ہے ہاجر بنت محمد سے پڑھا تھا (۲۷)۔ نویں صدی ہجری کے ایک مشہور عالم اور محدث عفیف الدین جنید نے سنن الدارمی فاطمہ بنت احمد بن قاسم سے پڑھی تھی (۲۸)

زینب بنت الشعری نے بہت سے ممتاز محدثین سے حدیث پڑھی۔ انہوں نے کثیر طلبہ کو تعلیم دی، جن میں سے

بعض نے بعد میں عربی زبان و ادب میں بہت شہرت حاصل کی۔ ان میں وفات الاعیان کے مصنف ابن خلکان بھی شامل ہیں (۲۹)۔ تذکرہ نویسوں نے کریمہ کو مسندۃ الشام (یعنی شام میں علم حدیث پر مستند شخصیت) کہا ہے۔ اپنے اساتذہ کی سند سے وہ حدیث کی بہت سی کتابوں کا درس دیتی تھیں (۳۰)۔ زینب بنت المکی نے حدیث میں بڑا نام پیدا کیا۔ ان کے حلقہ درس میں شرکت کے لیے دور دور سے طلبہ سفر کر کے آتے۔

آٹھویں اور نویں صدی ہجری کا زمانہ بھی حدیث میں مہارت رکھنے والی خواتین سے مالا مال ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب الدرر الکامنہ میں آٹھویں صدی ہجری کے ایسے ممتاز علماء کے حالات قلمبند کئے ہیں جو آسمان علم پر آفتاب و مہتاب بن کر چمکے۔ ان میں مرد اور عورتیں دونوں کے تذکرے ہمیں ملتے ہیں۔ ان میں ایسی خواتین بھی شامل ہیں جو حدیث میں بلند مقام رکھتی تھیں۔ الدرر الکامنہ کے قلمی نسخے مشرق و مغرب کے مختلف کتب خانوں میں موجود ہیں۔ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن نے اس کو شائع کیا ہے۔ اس کتاب میں ابن حجر عسقلانی نے آٹھویں صدی ہجری کی ایک سو ستر (۱۷۰) خواتین کے حالات زندگی لکھے ہیں۔ ان میں سے بیشتر مسند حدیث پر متمکن تھیں۔ اور کتاب کے مصنف ابن حجر عسقلانی کو ان میں سے متعدد خواتین سے شرف تلمذ حاصل رہا ہے۔ ان میں سے بعض کا اپنے دور کے معروف محدثین میں شمار ہوتا تھا۔ جویریہ بنت احمد کا ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ انہوں نے اسی دور کے مشاہیر سے فن حدیث کی تحصیل کی۔ ان مشاہیر میں مرد اور خواتین دونوں شامل ہیں۔ اس فن پر عبور حاصل کرنے کے بعد انہوں نے حدیث کا حلقہ درس قائم کیا۔ اور ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ میرے اساتذہ میں سے بعض محدثین اور ان خاتون کے اکثر معاصرین ان کے حلقہ درس میں شریک ہوتے تھے (۳۱)

عائشہ بنت عبدالہادی (وفات ۸۱۶ھ) سے ابن حجر عسقلانی عرصہ دراز تک اکتساب علم کرتے رہے انکا اپنے دور کے مشہور محدثین میں شمار ہوتا تھا۔ ان کے حلقہ درس میں شریک ہونے کے لیے بھی طلبہ دور دراز کا سفر کر کے آتے تھے (۳۲)۔ ست العرب (وفات ۷۶۰ھ) سے مشہور محدث العراقی (متوفی ۸۰۶ھ) اور الہیثمی اور ان کے بعض معاصرین نے اخذ علم کیا۔ محدث العراقی نے اپنے فرزند کو حدیث پڑھنے کے لیے ان خاتون کے پاس بھیجا تھا (۳۳)۔ دقیقہ بنت مرشد (وفات ۷۴۶ھ) اپنے دور کی مشہور محدثہ تھیں اور انہوں نے بھی ایسی خواتین سے حدیث پڑھی تھی جن کا شمار اپنے دور کے مشاہیر میں ہوتا تھا۔ ان میں سے جویریہ بنت احمد تھیں، جن کا ہم سطور بالا میں ذکر کر چکے ہیں۔ ابن حجر عسقلانی اور ابن عماد حنبلی نے اسماء الرجال سے متعلق اپنی تصانیف میں ان خواتین کے علاوہ دوسری ایسی خواتین کے بھی حالات زندگی لکھے ہیں جو حدیث میں مہارت رکھتی تھیں۔ مزید تفصیلات جاننے کے لیے ان کتابوں کی طرف مراجعت کی جا سکتی ہے۔

نویں صدی ہجری کی محدث خواتین کے حالات زندگی محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (متوفی ۸۹۷ھ) نے اپنی کتاب

الضوء اللامع میں قلمبند کئے ہیں۔ اس کتاب میں انہوں نے نویں صدی ہجری کے ممتاز علماء کے سوانحی خاکے لکھے ہیں۔ عبدالسلام اور عمر بن الشماع اس کتاب کا اختصار کیا ہے (۳۴)۔ اور اس کا ایک ناقص قلمی نسخہ بانکی پور پٹنہ کے کتب خانہ میں موجود ہے (۳۵)۔ عبدالعزیز بن عمر بن فہد (متوفی ۹۲۱ھ) نے بھی اپنی تصنیف معجم الشیوخ میں اسی دور کی ایک سوتیس (۱۳۰) سے زائد محدث خواتین کا ذکر کیا ہے جن سے انہوں نے حدیث پڑھی تھی، اور وہ ان کے شیوخ میں شامل تھیں (۳۶)۔ اس کتاب کو انہوں نے ۸۶۱ھ میں مرتب کیا تھا۔ اور اس میں گیارہ سو سے زائد اساتذہ وشیوخ کے حالات زندگی قلمبند کئے ہیں۔ عبدالعزیز نے جن محدث خواتین کا اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے وہ اپنے دور کی ممتاز حدیث دان سمجھی جاتی تھیں۔ اور ان کے شاگردوں میں سے بعض نے ان کے بعد حدیث میں بہت شہرت حاصل کی۔ ام ہانی مریم بنت فخرالدین محمد (وفات ۸۷۱ھ) نے بچپن میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔ انہوں نے اپنے دور کے متداول اسلامی علوم وفنون کی تحصیل کی۔ آخر میں مکہ اور قاہرہ کے نامور محدثین سے علم حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ ان کی شہرت کئی علوم وفنون میں تھی۔ خطاطی، عربی زبان وادب، شعر وشاعری، اور فن حدیث میں انہیں دستگاہ کامل حاصل تھی، اور ان فنون میں اپنے زمانہ کے ماہرین میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ زہد وتقوی میں بھی ان کی شہرت تھی۔ اور وہ شرعی احکام کی بہت سختی سے پابندی کرتی تھیں۔ روزہ کثرت سے رکھتی تھیں۔ انہیں تیرہ دفعہ حج بیت اللہ کی سعادت نصیب ہوئی۔ ان کے فرزند بھی دسویں صدی ہجری کے مشہور علماء میں سے تھے۔ وہ اپنی والدہ کا بہت ادب واحترام کرتے۔ اور آخر عمر میں ان کی بہت خدمت کیا کرتے تھے۔ یہ خاتون نہایت پابندی کے ساتھ حدیث کا درس دیتی تھیں۔ اور اکثر اہل علم کو اجازت (حدیث روایت کرنے کے اجازت نامے) دیتیں۔ ابن فہد نے خود بھی حدیث کی متعدد کتابیں ان سے پڑھی تھیں (۳۷)۔ بائی خاتون بنت ابی الحسن (وفات ۸۶۴ھ) نے ابوبکر المزی صغیر اور اپنے دوسرے معاصر محدثین سے حدیث پڑھی تھی۔ انہوں نے بیشمار محدثین سے روایت حدیث کے اجازت نامے حاصل کئے تھے، جن میں مرد اور خواتین دونوں شامل تھے۔ شام اور مصر میں وہ طلبہ کو حدیث پڑھاتی تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ تدریس حدیث کی بہت شوقین تھیں (۳۸)۔ عائشہ بنت ابراہیم (وفات ۸۴۲ھ) نے قاہرہ، دمشق اور دوسرے مقامات پر حدیث کی تحصیل کی۔ یہ بھی حدیث کا درس دیتی تھیں، اور ان کے حلقۂ درس میں ان کے معاصر نامور علماء بھی شریک ہوتے تھے (۳۹)۔ ام الخیر سعدیہ مکیہ (وفات ۸۵۰ھ) نے اپنے زمانہ کے مختلف محدثین سے تحصیل علم کیا۔ اور اس مقصد کے لیے انہوں نے دور دراز مقامات کے سفر کئے۔ تحصیل علم کے بعد انہیں علم حدیث میں بلند مقام حاصل ہوا۔ اور اپنے دور میں ان کو حدیث پر سند سمجھا جاتا تھا (۴۰)۔

اسماء الرجال پر موجود تصانیف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے دسویں ہجری سے حدیث میں خواتین کی دلچسپی آہستہ آہستہ کم ہوتی گئی۔ ہمیں دسویں، گیارھویں اور بارھویں صدی ہجری کے علماء ومحدثین کے حالات زندگی مندرجہ ذیل کتابوں میں ملتے ہیں: النور السافر مصنفہ عیدروسی، خلاصۃ الاخبار مصنفہ المحبی، اور السحب الوابلہ مولفہ محمد بن عبداللہ النجدی۔ ان

کتابوں میں مشکل سے ایک درجن سے زیادہ ایسی خواتین کے نام ملتے ہیں جنہیں حدیث میں کوئی ممتاز مقام حاصل رہا ہو۔
تاہم اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا بھی درست نہ ہوگا کہ دسویں صدی ہجری کے بعد سے خواتین نے بالکل ہی حدیث میں
دلچسپی لینا چھوڑ دی تھی۔ نویں صدی ہجری کی کچھ ایسی خواتین جنہوں نے حدیث میں شاندار خدمت انجام دی دسویں
صدی کے ربع اول تک بقید حیات تھیں۔ اس طرح دسویں صدی میں بھی وہ حدیث کی خدمت کرتی رہیں۔ چنانچہ اسماء
بنت کمال الدین موسیٰ (وفات ۹۰۴ھ) کا اس دور کے سلاطین اور اہل دربار پر بہت اثر تھا، بعض امور کے سلسلہ
میں یہ خاتون جو بھی سفارش لکھ کر بھیجتیں وہ بلا تأمل منظور کر لیتے۔ وہ حدیث کا درس دیتیں اور خواتین کو مختلف اسلامی
علوم و فنون کی تعلیم دیتیں (۴۱)۔ عائشہ بنت محمد بن احمد (وفات ۹۰۶ھ)۔ جو قاضی مصلح الدین کی بیوی تھیں، طلبہ کو
حدیث کی تعلیم دیتیں، ان طلبہ میں ابن طولون (متوفی ۹۵۵ھ) بھی شامل تھے۔ بعد میں مدرسہ صالحیہ دمشق میں استاذ حدیث
کی حیثیت سے ان کا تقرر ہوا (۴۲)۔ فاطمہ بنت یوسف (وفات ۹۲۵ھ) حلب کی رہنے والی تھیں۔ اپنے زمانہ کے
ممتاز علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا (۴۳)۔ ام الخیر نے (۹۲۸ھ) میں ایک عالم کو جو حج کے لیے گئے ہوئے تھے اپنی
روایت حدیث کا اجازہ دیا تھا (۴۴)

آخری ممتاز محدثہ جن کا ہمیں علم ہو سکا وہ فاطمہ الفضیلیۃ تھیں، جو الشیخۃ الفضیلیہ کے نام سے مشہور تھیں۔ وہ بارھویں
صدی ہجری کے اختتام سے قبل پیدا ہوئیں۔ انہوں نے خطاطی اور دیگر اسلامی علوم و فنون میں مہارت حاصل کی۔ انہوں
نے کئی کتابیں اپنے ہاتھ سے نقل کیں، اور بے شمار کتابیں اپنے پاس جمع کی تھیں۔ حدیث میں انہیں خصوصی دلچسپی
تھی۔ بہت سے علماء سے انہوں نے حدیث کی سندیں لے رکھی تھیں۔ اور محدثہ کی حیثیت سے انہیں بڑی شہرت
حاصل تھی۔ آخر عمر میں وہ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ چلی گئی تھیں۔ اور وہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہاں انہوں نے ایک
عامی کتب خانہ قائم کیا تھا۔ یہاں وہ حدیث کا درس دیتی تھیں اور ممتاز محدثین ان کے حلقہ درس میں شریک ہوتے۔
اور ان سے حدیث کی سند حاصل کرتے۔ ان ممتاز محدثین میں شیخ عمر الحنفی اور شیخ صالح الشافعی کے اسماء گرامی
قابل ذکر ہیں۔ انہوں نے ۱۲۴۷ھ میں انتقال کیا (۴۵)

ہم نے سطور بالا میں جو کچھ بیان کیا اس سے یہ بات واضح ہے کہ ان خواتین نے جنہوں نے حدیث میں
ممتاز مقام حاصل کیا تھا اپنی علمی سرگرمیاں حدیث کے ذاتی مطالعہ یا چند طلبہ کو حدیث کی تعلیم دینے تک محدود نہیں
رکھیں۔ بلکہ اس دور کی علمی درسگاہوں میں یہ خواتین مردوں کے ساتھ بحیثیت طالبات اور بحیثیت اساتذہ برابر کی
شریک رہیں۔ مگر اس میں ستر و حجاب اور آداب کو ملحوظ رکھا جاتا تھا
حدیث کے عام طلبہ کے ساتھ یہ بھی ایک ہی جماعت میں ایک ہی استاد سے حدیث کا سبق پڑھتیں
فارغ التحصیل ہونے کے بعد مدارس میں حدیث کی جماعتوں میں تدریس کی خدمت انجام دیتیں۔ حدیث کی ان
جماعتوں میں مرد اور عورتیں دونوں شریک ہوتے۔ قدیم عربی کتابوں کے قلمی نسخے آج بھی بہت سے کتب خانوں میں

محفوظ ہیں۔ ان کی تزئینات سے معلوم ہوتا ہے کہ مدارس میں ایک ہی جماعت میں طلبہ اور طالبات دونوں شریک ہوتے تھے۔ اسی طرح مرد اور خواتین دونوں ہی تدریس کی خدمت بھی انجام دیتے تھے۔

ابن البخاری کی کتاب المشیخہ مع التخریج کے صفحات ۴۳۸ - ۴۴۰ کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۶۸۷ھ میں دمشق کی جامع عمر میں پانچ سو طلبہ کی ایک جماعت میں گیارہ لکچرز کا کوئی باقاعدہ نصاب پڑھایا جاتا تھا۔ اس سند میں ان طلبہ کے نام بھی درج ہیں۔ ان پانچ سو طلبہ میں کئی خواتین کے نام بھی ملتے ہیں جو طلبہ کے ساتھ اس جماعت میں شریک تھیں۔ اسی کتاب کے اس مخطوطہ کے صفحہ ۴ پہ ایک اور سند موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۶۳۷ھ میں حلب میں ابن الصیرفی کسی کتاب کا درس دیتے تھے۔ یہ نصاب چھ محاضرات پر مشتمل تھا۔ اس جماعت میں دو سو طلبہ شریک ہوتے تھے۔ ان طلبہ میں طالبات بھی شامل تھیں جن کے نام اس سند میں درج ہیں۔

اسی کتاب کے صفحہ ۲۵۰ پہ ایک تیسری سند ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مشہور محدث خاتون ام عبداللہ ۸۲۲ھ میں دمشق میں پانچ محاضرات پہ مشتمل کسی کتاب کا درس دیتی تھیں۔ ان کی اس جماعت میں پچاس سے زائد طلبہ، مرد اور خواتین، دونوں شریک ہوتے (۶) خطیب بغدادی کی کتاب الکفایہ نیز حدیث پر مختلف رسائل کے ایک مجموعہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نعمہ بنت علی اور ام احمد زینب بنت المکی اور حدیث کی دیگر ماہر خواتین ان دونوں کتابوں میں سے کسی ایک کا درس دیتیں کبھی تنہا اور کبھی مرد محدثین کے ساتھ مل کر، اور یہ درس عام مدارس میں باقاعدہ طلبہ کی جماعتوں میں دیئے جاتے، جیسے مدرسہ عزیزیہ اور مدرسہ ضیائیہ۔ ان جماعتوں میں دوسرے طلبہ کے ساتھ بعض جماعتوں میں مشہور جنرل صلاح الدین کے فرزند بھی شریک ہوتے۔ علم حدیث میں خواتین کی شاندار خدمات اور علمی سرگرمیوں کے بارے میں یہ چند مثالیں اور ہلکی سی جھلکیاں ہم نے پیش کی ہیں۔ مزید تحقیق و جستجو سے اور بھی معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں (۷)، تاہم ان درسوں میں شرعی پردہ آداب اور عورتوں کیلئے علیحدہ درسگاہ کا اہتمام ہوتا تھا۔

حوالہ جات

۱۔ ابن سعد۔ کتاب الطبقات الکبیر۔ تحقیق ایڈورڈ۔ مطبوعہ لائیڈن۔ ۱۹۰۴ء۔ ج ۹۔ ص ۳۵۵۔

۲۔ سیوطی۔ تدریب الراوی۔ مطبوعہ مصر۔ ۱۳۰۷ھ۔ ص ۲۱۵۔

۳۔ ابن سعد طبقات۔ محولہ بالا ایڈیشن۔ ج ۸۔ ص ۲۵۲۔

۴۔ المقری۔ نفح الطیب۔ مطبوعہ مصر۔ ۱۳۰۲ھ ج ۲۔ ص ۹۶۔

۵۔ GENEALOGISCHE TABELLEN DER ARABISCHEN STAMME UND FAMILIEN, GOTTINGEN, 1852 - 53, / 430.

۶۔ خطیب بغدادی۔ تاریخ بغداد۔ مطبوعہ مصر۔ ۱۳۴۹ھ۔ ج ۱۴۔ ص ۴۴۲۔

۷۔ ایضاً ج ۱۴۔ ص ۴۴۱۔ ۴۴۴۔

۸۔ ابن عماد الحنبلی۔ شذرات الذہب۔ مطبوعہ مصر ۱۳۵۱ھ۔ ج۔ ص ۱۴۔ ابن خلکان۔ وفیات الاعیان۔ مطبوعہ گوٹنگن ۱۸۳۵ء، تذکرہ ۴۱۳۔

۹۔ المقری۔ نفح الطیب۔ مطبوعہ مصر ۱۳۰۲ھ۔ ج ۱ ص ۸۵۷۔

۱۰۔ I. NAZ GOLDZIHER: MUHAMMADANISCHE STUDIEN, HALLE, 1889, Vol. II P. ۲۰۸, FN.

۱۱۔ یاقوت الحموی۔ معجم الادباء۔ تحقیق مارگولیتھ۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۲۳ء ج ۱ ص ۲۴۷

۱۲۔ فہرست مخطوطات عربی و فارسی۔ اورینٹل پبلک لائبریری، بانکی پور۔ ۱۹۲۰ء ج ۵۔ حصہ اول۔ ص ۸۹ و مابعد۔

۱۳۔ I. NAZ GOLDZIHER: MUHAMMADANISCHE STUDIEN, OP. CIT. VOL. II, P. ۲۰۵

۱۴۔ ابن عماد الحنبلی۔ شذرات الذہب۔ محولہ بالا ایڈیشن۔ ج ۴۔ ص ۱۴۳۔ ۱۴۸۔

۱۵۔ ابن الاثیر۔ تاریخ کامل۔ مطبوعہ مصر ۱۳۰۱ھ۔ ج ۱۰۔ ص ۲۴۶۔

۱۶۔ ابن خلکان۔ وفیات الاعیان۔ گوٹنگن۔ ۱۸۳۵ء۔ تذکرہ ۲۹۵۔

۱۷۔ I. NAZ GOLDZIHER MUHAMMADANISCHE STUDIEN, OP. CIT. Vol. II, P. ۲۰۶

۱۸۔ ابن عماد الحنبلی۔ شذرات الذہب۔ محولہ بالا ایڈیشن ج ۸۔ ص ۱۰۔

۱۹۔ ایضاً ج ۸۔ ص ۱۴

۲۰۔ جمال الدین عبداللہ بن سالم۔ کتاب الامداد۔ حیدرآباد دکن۔ ۱۳۲۷ھ۔ ص ۳۶۔

۲۱۔ ابن عماد الحنبلی۔ شذرات الذہب۔ محولہ بالا ایڈیشن۔ ج ۴۔ ص ۱۰۰۔

۲۲۔ جمال الدین عبداللہ بن سالم۔ کتاب الامداد۔ محولہ بالا ایڈیشن۔ ص ۱۶

۲۳۔ ابن عماد الحنبلی۔ شذرات الذہب۔ مذکورہ بالا ایڈیشن۔ ج ۲۔ ص ۵۶۔

۲۴۔ ایضاً ص ۱۲۶، کتاب الامداد۔ ص ۱۴، صالح بن محمد عمری۔ قطف الثمر۔ حیدرآباد دکن۔ ص ۲۷۔

۲۵۔ سفرنامہ ابن بطوطہ (فرانسیسی ترجمہ)۔ مطبوعہ پیرس ۱۸۴۴ء۔ ص ۲۵۳۔

۲۶۔ یاقوت الحموی۔ معجم البلدان۔ مطبوعہ لپزگ ۱۹۲۴ء ج ۵۔ ص ۱۴۔

۲۷۔ یاقوت الحموی۔ معجم الادباء۔ مذکورہ بالا ایڈیشن۔ ص ۱۷۔ (یہ حوالہ درست معلوم نہیں ہوتا۔ مراجعت سے یہ واقعہ کتاب میں نہیں مل سکا۔ مترجم)

۲۸۔ فہرست مخطوطات عربی و فارسی۔ اورینٹل پبلک لائبریری بانکی پور۔ ۱۹۲۰ء۔ ج ۵ حصہ اول۔ ص ۶۷ و مابعد۔

۲۹۔ ابن خلکان۔ وفیات الاعیان۔ مذکورہ بالا ایڈیشن۔ تذکرہ ۲۵۰۔

۳۰۔ ابن عماد الحنبلی۔ شذرات الذہب۔ مذکورہ بالا ایڈیشن۔ ج ۵۔ ص ۲۱۲۔ ۲۱۴۔

۳۱۔ ابن حجر عسقلانی ۔ الدرر الکامنہ ۔ حیدر آباد دکن ۔ ۱۳۴۸ھ ج ۱ ۔ تذکرہ ۱۴۷۲ ۔

۳۲۔ ابن عماد الحنبلی ۔ شذرات الذہب ۔ مذکورہ بالا ایڈیشن ۔ ج ۷ ۔ ص ۱۲۰ ۔

۳۳۔ ایضاً ۔ ج ۶ ۔ ص ۲۰۸

۳۴۔ GAL. SUP. ۲, P. ۳۴

۳۵۔ فہرست مخطوطات عربی و فارسی ۔ کتب خانہ بانکی پور ۔ ج ۱۲ ۔ نمبر شمار ۷۲۷ ۔

۳۶۔ ایضاً ۔

۳۷۔ السخاوی ۔ الضوء اللامع ۔ مطبوعہ مصر ۱۳۵۳ھ ج ۱۲ ۔ تذکرہ ۹۸۰ ۔

۳۸۔ ایضاً ۔ تذکرہ ۔ ۵۸ ۔

۳۹۔ ایضاً ۔ تذکرہ ۔ ۵۰۴ ۔

۴۰۔ ایضاً تذکرہ ۔ ۹۰۱ ۔

۴۱۔ محی الدین عبدالقادر العیدروسی ۔ تاریخ النور السافر عن اخبار القرن العاشر ۔ تحقیق محمد رشید الصفا مطبوعہ بغداد ۱۳۵۳ھ ص

۴۲۔ طیفور احمد بن ابی طاہر ۔ تاریخ بغداد ۔ ترجمہ جرمن ۔ مطبوعہ لیزگ ۔ ۱۹۰۸ء ۔ نیز ملاحظہ ہو فہرست مخطوطات عربی و فارسی ۔ کتب خانہ بانکی پور ۔ ج ۱۲ ۔ ص ۶۶۵ ۔

۴۳۔ ایضاً ۔

۴۴۔ NAZ GOLDZIHER MUHAMMADANISCHE STUDIEN OP CIT VOL II P ۴۰۷

۴۵۔ محمد بن عبداللہ النجدی ۔ السحب الوابلہ ۔ ملاحظہ ہو فہرست مخطوطات عربی و فارسی ۔ کتب خانہ بانکی پور ۔ ج ۱۲ ۔ نمبر شمار ۶۶۵ ۔

۴۶۔ فہرست مخطوطات عربی و فارسی ۔ کتب خانہ بانکی پور ۔ ج ۵ ۔ حصہ دوم ۔ ص ۴۲ ۔ مصنف ڈاکٹر محمد زبیر صدیقی نے اپنے اس خ کی تائید میں ان تینوں سندوں کا اپنی انگریزی کتاب حدیث لٹریچر میں عکس بھی شائع کیا ہے ۔ جن میں ان طلبہ اور طالبا کے نام درج ہیں ۔ ص ۱۵۲ ۔ ۱۵۳ ۔

۴۷۔ ایضاً ۔ ج ۵ ۔ حصہ دوم ۔ ص ۱۵۵ ۔ ۱۵۹ اور ص ۱۸۰ ۔ ۲۰۸ ۔
کتب خانہ بانکی پور میں اس قسم کے اور بھی نوادر موجود ہیں ۔ کتب خانہ ظاہریہ دمشق میں بھی ایسے مخطوطات موجود ہیں جن کتابت خواتین نے کی ہے ۔ نیز ملاحظہ ہو دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن کے علمی مجلہ المباحث العلمیہ ۱۳۵۸ھ میں علامہ عبا المیمنی کا اس موضوع پر مقالہ ۔ ص ۱ ۔ ۱۴ ۔

مولانا ذاکر حسن نعمانی
رکن ادارۃ العلم والتحقیق دارالعلوم حقانیہ

امریکہ میں انسانی اعضاء کی پیوندکاری کا ایک اور مذموم طریقہ

قائلین جواز کے لیے لمحہ فکریہ

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ دیگر مادی ترقیوں کی طرح طب بھی بڑی تیزی کے ساتھ ترقی کر رہا ہے علاج کے نئے نئے اور عجیب طریقے ایجاد ہو رہے ہیں۔ جن کو دیکھ اور سن کر عقل دنگ رہ جاتی ہے یہ تمام طریقہ ہائے علاج انسانی تجربات پر مبنی ہیں۔ دنیا کے اکثر معاملات میں شریعت نے عقل کو آزاد چھوڑا ہے۔ لیکن اس حد تک کہ شرعی حدود کی خلاف ورزی نہ ہو۔ اگر کہیں قرآن و حدیث کی مخالفت لازم آتی ہو تو پھر عقل کو بریک لگانا چاہیئے۔ ذیل کی سطور میں ایک بیماری اور اس کے طریقہ علاج کے بارے میں بتانا چاہتا ہوں۔ علاج کا یہ نیا طریقہ امریکہ میں ایجاد ہوا ہے اور اس پر تجربات ہو رہے ہیں ابھی تک اس میں پوری کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے۔

پارکنسونزم PARKINSONISM

اس بیماری کا نام پارکنسونزم ہے۔ اس کا صحیح ٹیکنیکل نام اردو زبان میں میرے ذہن میں نہیں ہے۔ البتہ اس کا مفہوم ذکر کیا جاتا ہے پارکنسونزم کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس بیماری کی تشخیص اور دریافت کرنے والے کا نام پارکنسن ہے۔ اس بیماری میں دماغ کا ایک حصہ (جس کو BASAL GANGLIA کہتے ہیں) کیمیائی مادوں کے تناسب میں توازن برقرار نہ رہنے کی وجہ سے متاثر ہو جاتا ہے جس کے اثرات پورے بدن پر پڑتے ہیں۔ اس مرض کی تین علامتیں ہیں (۱) بدن پر رعشہ طاری ہوتا ہے (۲) پٹھے سخت ہو جاتے ہیں۔ (۳) پورے جسم کی حرکت ڈھیلی پڑ جاتی ہے۔

چونکہ اس بیماری کے معالجہ میں اسقاط حمل اور اس سے انتفاع کا نسخہ تجویز کیا گیا ہے لہذا اس بیماری کے علاج کی وضاحت سے قبل بطور تمہید حاملہ کے پیٹ کے حمل کے مختلف مدارج ذکر کیے جاتے ہیں۔ رحم کے اندر جب عورت کا جرثومہ مرد کے جرثومہ سے ملتا ہے تو پہلے ہفتہ میں اس کو (FERTILIZED - OVUM) فرٹیلائزڈ اووم کہتے ہیں۔ دو ہفتوں سے آٹھ ہفتوں تک نطفہ جو شکل اختیار کرتا ہے اس کو (EMBRYO) جنین کہتے ہیں۔ اس سٹیج میں جسم کا تمام نظام اور صورت مکمل ہو جاتی ہے اگرچہ جسم کا سائز بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ تیسرے مہینے سے پیدائش تک یہ بچہ رحم میں (FETUS) کہلاتا ہے اسی مرحلہ میں جسم کا سائز بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔

مذکورہ بیماری کا طریقہ علاج

اس قسم کے مرض کا علاج دو طریقوں سے کیا جاتا ہے رحم کے اندر جب بچہ (FETUS) کے مرحلہ میں ہو۔ (اس مرحلہ میں بچہ مکمل ہوتا ہے) اسقاط حمل کے بعد اس کے گردے کے ساتھ لگا ہوا غدود کاٹ کر یا اس کے دماغ کا حصہ نکال کر مریض کے دماغ میں جوڑ دیا جاتا ہے۔ امریکہ سے ۱۹۹۵ء میں چھپنے والی کتاب میں اس بیماری کا طریقہ علاج ملاحظہ فرمائیں۔

PARKINSONISM [1]

SURGICAL IMPLANTATION OF ADRENAL MEDULLARY OR FETAL SUBSTANSIA NIGRA TISSUE IN TO THE CAUDATE NUCLEUS HAS RECENTLY BEEN REPORTED TO BENEFIT SOME PATIENTS BUT OTHER INVESTIGATERS HAVE FAILED TO REPORT SUCH CLAIM OR HAVE FOUND LITTLE BENEFIT AND PROCEDURE IS STILL BEING EVALIUATED

ترجمہ:۔ عمل جراحی کے ذریعہ ایڈرینل میڈولا (گردے کے اوپر غدود کا اندرونی حصہ) یا فیٹس (رحم کا بچہ) کے دماغ کا حصہ (جس کو سبسٹینشیہ نائگرا کہتے ہیں) کو مریض کے دماغ کے حصے (جس کو کاڈیٹ نیوکلس کہتے ہیں) میں پیوندکاری کے ذریعے لگا دیا جاتا ہے اس عمل کو بعض مریضوں پر آزمائش میں مفید پایا گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ کچھ دوسرے محققین ڈاکٹرز نے اسی کو ناکام بتایا ہے اور اس عمل پر ابھی تک تجربات جاری ہیں تاکہ اس کی خوبیاں اور خامیاں اچھی طرح اُجاگر ہو جائیں۔

یہ انسانی اعضاء کی پیوندکاری کا نیا اور عجیب طریقہ رائج پذیر ہے دیگر اعضاء جیسے آنکھ کی قرنیہ اور گردہ وغیرہ کی پیوندکاری دنیا میں رائج ہو چکی ہے۔ جس کے جواز اور عدم جواز پر کافی مباحث مضامین اور تحقیقات منظر عام پر آچکی ہیں جائز اور ناجائز فی نفسہ الگ مسئلہ ہے۔ لیکن جو علماء پیوندکاری کے جواز کے قائل ہیں۔

---

[1] CURRENT MEDICAL DIAGNOSIS AND TREATMENT PRINTED U.S.A ۱۹۹۵ء PAGE 827

ان کے لیے یہ بہت بڑا لمحہ فکریہ ہے۔ ان کو سد الذرائع پر بھی سوچنا چاہیئے۔ شریعت میں سد ذریعہ پر بہت سارے مسئلوں کی بنیاد ہے پیوندکاری کے اسی نئے طریقے کو کوئی بھی جائز نہیں کہہ سکتا۔ شریعت تو درکنار کوئی عقل اس کے جواز کا فتویٰ نہیں دے سکتی۔

امریکہ میں اسی پیوندکاری کے اثرات

ابھی حال ہی میں بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کی طرف سے منعقدہ ایک طبی فقہی ورکشاپ میں شرکت کا موقع ملا۔ شرکاءِ ورکشاپ کو شفاء انٹرنیشنل ہسپتال اسلام آباد والوں کی طرف ایک عشائیہ دیا گیا۔ ہسپتال کے ڈائریکٹر نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں اس طریقہ علاج کے اثرات بیان کئے کہ جب نئی قسم کی پیوندکاری کا چرچہ ہوا تو وہاں کے آزاد معاشرہ کی بے لگام لڑکیاں اپنے بوائے فرینڈ کے ساتھ جنسی ملاپ قائم کرلیتی ہیں جب حاملہ ہوجاتی ہیں اور بچہ مطلوبہ مرحلے تک پہنچ جاتا تو سیدھی ہسپتال کا رُخ کرکے اپنا حمل ساقط کرا دیتی ہیں اور اس کا معاوضہ بھی وصول کرتی ہیں۔ زنا، اسقاط حمل، ضیاع جان ناجائز معاوضہ اور ناجائز علاج کے دروازے یک بہ یک کھل گئے۔ زنا تو اسی معاشرہ میں ویسے بھی کوئی عیب نہیں لیکن سستی کمائی کا ایک ناجائز راستہ فوراً کھل گیا۔ خدا نہ کرے کہ یہ طریقہ علاج یہاں منتقل ہو۔ ورنہ امریکہ جیسے بُرے اثرات اس خدا بیزار معاشرہ میں بعید از امکان نہیں ہیں۔ اعاذنا اللہ منہ

ڈاکٹر محمد اعزاز الحسن شاہ
ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (پنجاب)

قلمی شرح بے مثال قصیدہ بُردہ و "تعلیق برآں"

قصیدہ بردہ ایک مشہور عربی نظم ہیں عربی مدحیہ قصیدہ ہے۔ جس کو بوصیری ؒ نے نظم کیا تھا، قصیدہ کا اصلی نام الکواکبُ الدُرّیہ فی مدح خیر البریّہ ہے، عرف عام ہیں بردۃ کے نام سے مشہور اور متداول ہے بوصیری کا اصلی نام "محمد" کنیت ابو عبداللہ لقب شرف الدین ہے، ان کا پورا نسب اس طرح بیان کیا جاتا ہے۔ "محمد بن سعید بن محسن بن عبداللہ الصنہاجی الدلاصی البوصیری"[1] بوصیر BOUSIR مصر کا ایک گاؤں ہے۔ ان کے والد وہاں رہائش پذیر تھے۔ اور ان کی والدہ دلاص میں سکونت پذیر تھیں۔ ان کی ولادت۔ دلاص میں شوال ۶۰۸ھ میں ہوئی۔ پرورش بوصیر میں اور وفات اسکندریہ ۶۹۴ھ میں ہوئی آپ کا شمار صوفیا۔ اہل طرق سے کیا جاتا ہے[2] اس کے ساتھ آپ ایک قادر الکلام شاعر تھے، آپ شاعرانہ خصوصیات میں جاہلی شعراء کے ہم پلہ نظر آتے ہیں۔ اگر بوصیری ؒ اس دور سے ہوتے تو آپ کا یہ قصیدہ مُعلّقہ کا درجہ پاتا، اس لیے کہ آپ کے قصیدہ کو جو شہرت دوام نصیب ہوئی یہ شاید و باید کسی دوسری عربی نظم کو ملی ہو، اور یہی وہ قدر مشترک ہے جس بناء پر بُردہ بوصیری ؒ کو معلقہ / مذہّب یا مسمّط کہنا مناسب ہے۔ بوصیری ؒ حُلیہ کے اعتبار سے نہایت خوبصورت حسین و جمیل اور فصاحت و بلاغت میں بے مثال شخصیّت کے مالک تھے[3] آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور مدح میں کئی ایک قصائد کہے ان میں قصیدہ مضریّہ، قصیدہ بانت سعاد کے وزن پر، قصیدہ محمدیہ، قصیدہ بردہ۔ اور قصیدہ ہمزیہ زیادہ مشہور ہیں[4]۔

---

[1] خیر الدین الزرکلی۔ الاعلام ج ۷۔ ۸ ص ۱۱۔ عمر رضا کحالہ۔ معجم المؤلفین ج ۱۰ ص ۲۸

[2] المعلم بطرس بستانی۔ دائرہ معارف ج ۵ ص ۲۱۱، ابن العماد۔ شذرات الذہب ج ۵ ص ۴۳۲

[3] قلمی شرح بے مثال قصیدہ بُردہ ص ۲۔

[4] ابو البرکات۔ عبد المالک خان شرح قصیدہ بُردہ ص ۱۳-۱۲۔

قصیدہ بُردہ کی آج تک بہت سی شروح لکھی گئی ہیں تاریخی اعتبار سے اوّلین شرح ابوشامہ عبدالرحمٰن الدمشقی (۵۹۶ھ/۱۱۹۹ء تا ۶۶۵ھ/۱۲۶۶ء) کی ہے۔ جس کے نسخے پیرس کتاب خانہ ملی عدد ۱۶۲۰ اور مبوزخ عدد ۴۰۵ میں موجود ہیں، اور اسی طرح شرح ابن مرزوق التلمانی (م ۸۴۲ھ/۱۴۳۸-۳۹ء) جس کو ۷۵۲ ذ نے عظیم و پرجلال قرار دیا ہے اور اسی طرح شرح خالد الازہری (م ۹۰۵ھ- ۱۴۹۹-۱۵۰۰ء) جو کئی بار چھپ چکی ہے [۵]

حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں کئی شروح کی طرف اشارہ کیا ہے مثلاً شرح عبداللہ بن یعقوب انصاری، شرح ابن ہشام النحوی، شرح خالد بن عبداللہ الازہری، شرح شہاب الدین القسطلانی شارح البخاری مشہور شروح ہیں [۶] عربی کے علاوہ فارسی، ترکی، بربری، اردو، پنجابی، پشتو اور دیگر زبانوں میں اس کی بے شمار شروح لکھی گئی، ایک محتاط اندازے کے مطابق ان شروح کی تعداد ۹۰ سے زیادہ ہے [۷]

پنجاب یونیورسٹی لاہور کے شعبہ عربی کے صدر جناب ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب کی زیر نگرانی چھپنے والے مجلہ المجمع العربی الباکستانی میں شعبہ ہذا کے استاد جناب ڈاکٹر ملک خالفقداد خان صاحب کا ایک مضمون بعنوان "الاخوان الجنابیان وشرحاہما لبردۃ البوصیریؒ" حال ہی میں شائع ہوا ہے۔ جس میں انہوں نے "جمال بن نصیر اور جلال بن نصیر" جن کا شمار جید علماء سے ہوتا ہے، ان کی بردہ بوصیریؒ کی شروح پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے۔ اور جمال بن نصیر کی قلمی شرح کی انہوں نے تحقیق بھی کی ہے۔ اس مضمون میں انہوں نے اسلامیہ کالج پشاور کے کتب خانہ میں بعض دیگر شروح کا بھی ذکر کیا ہے۔ [۸]

ان تمام شروح کے ساتھ ساتھ ایک قلمی شرح کا ذکر انتہائی اہم اور ضروری ہے جو آج تک منظر عام پر آنے کی منتظر ہے، اور جو اپنے اندر ایک بیش علمی خزینہ چھپائے کسی محقق کی راہ تک رہی ہے، اس کا نام "شرح بے مثال قصیدہ بردہ" ہے یہ شرح ۱۷ ذی الحج ۱۲۹۶ھ میں مرتب کی گئی تھی، جس کا شارحؒ کب کا راہی ملک بقا ہو چکا ہے، رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔

اس شرح کا قلمی نسخہ جناب حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب ساکن قصبہ واسو ضلع منڈی بہاؤ الدین حال مدرس جامعہ عربیہ چنیوٹ و ادارہ مرکزیہ دعوت و ارشاد چنیوٹ ضلع جھنگ کے قلمی کتب خانہ در کتب خانہ ابراہیمیہ

---

[۵] اُردو دائرہ معارف اسلامیہ ص ۳۷۹۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

[۶] حاجی خلیفہ۔ کشف الظنون ج ۴ ص ۲۲۹، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔

[۷] اُردو دائرہ معارف اسلامیہ ص ۳۷۹

[۸] مجلہ المجمع العربی الباکستانی ج ۱ عدد ۲ ص ۴۸۔

واسو" سے دستیاب ہوا۔ اس کتب خانہ کے قلمی مواد کی تعداد کثیر ہے جو کہ انتہائی قرینے سے سجے ہوئے ہیں یہ نسخہ اوّل آخر سے بالکل مکمل، ۳۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا خط صاف اور انتہائی خوبصورت، دیکھنے سے ایسا لگتا ہے کہ شاید چھپا ہوا ہے۔ ہر صفحہ ۱۹ سطروں پر اور ہر سطر ۲۰ لفظوں پر مشتمل ہے۔ نسخہ کے اشعار کی تعداد ۶۰/ ہے جو کہ شرح سیاہی سے محرّر ہیں، نسخہ کا آغاز درج ذیل عبارت سے ہوتا ہے۔

"بعد از حمد خداوندِ لم یزل ولایزال کہ کافہ اہل سخن" خطبہ مسنونہ کے بعد ساتویں سطر میں شارح کے نام یوں طور پر درج ہے۔

"این فقیر قلیل البضاعۃ عدیم الاستطاعۃ الراجی إلی عفو الملک الکریم۔ عبد الرحیم"

نسخہ کا مقدمہ ابتدائی چار صفحات پر مشتمل ہے۔ بغیر ابواب یا فصول کے اشعار کا ترجمہ مقدمہ کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ ہر شعر کا ترجمہ تشریح ڈیڑھ دو صفحہ سے زائد پر مشتمل ہے۔

شرح کا طریق کار اس طرح ہے۔ کہ پہلے شعر کا فارسی ترجمہ، پھر اس شعر میں آمدہ عربی الفاظ کی لغوی تحقیق بعد ازاں صرفی تحقیق، پھر نکات اور دیگر مناسبات وغیرہ۔

شرح میں شارح نے اپنی فارسی نظم کے قطعات سے کہیں کہیں عبارت کو مزین کیا ہے۔ جب کہ قرآنی آیات اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استشہاد بھی پیش کیا ہے۔ یہ تحقیقی عمل ان کی تبحر علمی پر دال ہے۔ اس تحقیق نے واقعی اس شرح کو "شرح لی شال" بنا دیا ہے۔

شرح کے ایک دو نمونے:

(۱) اَمْ ھَبَّتِ الرِّیحُ مِن تِلقَاءِ کَاظِمَۃٍ۔

یہ قصیدہ کے دوسرے شعر کا پہلا مصرع ہے۔ اس میں لفظ "الرّیح" کی شرح ملاحظہ ہو۔ "الریح باد بمعنی رائحۃ قال اللہ تعالیٰ حکایۃ عن یعقوب علیہ السلام "اِنّی لاجد ریح یوسف"[۹] ومراد از اینجا معنی اوّل است و استعمال ریح بتنکیر شر است مثل قول اللہ تعالیٰ "بریحٍ صرصرٍ"[۱۰] ومعرفہ مستعمل است در خیر مثل "اِنی لاجد ریح یوسف" و در اینجا بسبب اضافہ معرفہ است وبعض گفتہ اند کہ استعمال ریح مفرد در شر است و بصیغہ در خیر است و تعریف و تنکیر را اعتبار نمیکنند ومیگویند کہ مفرد خواہ نکرہ باشد یا معرفہ البتہ در شر مستعمل است مثل "اِنّا ارسلنا علیھم ریحاً صرصراً"[۱۱] وارسلنا علیھم

---

[۹] یوسف: ۹۴۔ [۱۰] الحاقہ: ۶۔ [۱۱] القمر: ۱۹

الریح العقیم [۳۲] کہ ریح دریں ہر دو جا مستعمل است در شر با وجودیکہ در ثانی معرفہ است لیکن مشکل پیش شود در آیۂ کریمہ کہ انی لاجد ریح یوسف، کہ ریح دریں جا مفرد است و با ضافہ معرفہ گشتہ و باوجود آں مستعمل در خیر است، اگر گفتہ شود کہ قاعدہ مذکور مخصوص است بریح بمعنی رائحہ نیست و در کریمہ ریح بمعنی "رائحہ" نہ بمعنی باد اما با عتبار کلیہ اخیر مشکل پیش شود در بیت مذکور کہ ریح دریں جا مفرد واقع شدہ حال آنکہ ریح اینجا خیر است نہ شر مگر گفتہ شود کہ ایں قاعدہ مخصوص است در اسلوب قرآن نہ در غیر آں، چنانچہ دلالت برآں حدیث سرور عالمیان علیہ الصلوٰۃ والسلام من الرحمٰن "اللھم انا نسئلک من خیر ھذا الریح [۳۳]" کہ ریح دریں حدیث مفرد است و باوجود آں مستعمل در خیر"

۲۔ "حاشا ان یحرم الراجی مکارمہ"

یہ قصیدہ کے شعر ۱۴۹ کا پہلا مصرع ہے اس میں کلمہ "حاشا" کی شرح ملاحظہ ہو۔ "حاشا دریں جا فعل است۔ از حشا بمعنی ناحیہ ای جعلہ الشرفی ناحیۃ عن ان یحرم ویقال حاشاک وحاشالک بمعنی ای جانبک یا کلمہ تنزیہ است کما فی "حاش للہ" [۳۴] بلا الف یعنی پاکیست خدای تعالیٰ۔ وقرأ ابن مسعود حاش للہ بدون اللام ویقال حاشاک اللہ، ای معاذ اللہ، وحاشا کلمۃ یستثنی بھا وقد یکون فعلاً فان جعلتھا فعلا نصبت بھا وان جعلتھا حرفا خفضت بھا وقال سیبویہ حاشا لا یکون الا حرف جر لانھا لو کانت فعلاً لجاز ان یکون صلۃ لکلمۃ ما مثل ما خلا وما عدا فلما امتنعت ان یقال ما حاشا، فظہر انھا لیست بفعل وقال المبرد حاشا قد یکون فعلا، واستدل بانہ یقال حاشا لزید وحرف الجر لا یجوز ان یدخل علی حرف الجر"

۳۔ "محمد سید الکونین والثقلین"

یہ قصیدہ کے شعر ۴۳ کا پہلا مصرع ہے اس میں لفظ "محمد" کی نسبت شارح نے بہت لمبی شرح اور تفصیل درج کی ہے چنانچہ اس کا کچھ حصہ ملاحظہ ہو"

"در مصباح الہدایہ،   مرویست کہ عقل جمیع خلائق بہ نسبت عقل محمد مانند ریگ الیست و عین القضات در تمہیدات روایۃ میکند کہ حق تعالیٰ در عقل ہزار جزو آفرید نہصد و نود و نہ جز محمد صلی اللہ علیہ وسلم و یک جز بجمیع خلائق مقسوم گشتہ و نیز در جواہر الاسرار مذکور است کہ آں حضرت علم را سہ نامی است۔ ازلی پیش از وجود آں احمد است، و نامی است دنیوی در حال وجود آں محمد است و نامی است ابدی و آں محمود است و در شفاء قاضی عیاض مذکور است

---

[۳۲] الذاریات: ۴۱ [۳۳] حوالہ دستیاب نہ ہو سکا [۳۴] یوسف: ۳۱

وباین نام ہیچکس از عرب و عجم پیش از آنحضرت مسمی نشد و حق تعالیٰ این نام را برائے آنحضرت نگہداشت مگر پیش از میلادان حضرت چوں شائع شد کہ پیغمبر آخر الزمان درین نزدیکی متولد میشود کہ نام او محمد خواہد بود باین سبب بعض از مردم نام فرزندان خود محمد ..... کہ شاید این دولت بیکی از آنہا نصیب گردد و این کلام دلالت دارد کہ این تسمیہ از جناب الٰہی است"۔

شرح کی امثلہ کے بعد اب حاشیہ کے متعلق عرض ہے کہ محشی نے اس پر شیخ جمال الدین کی فارسی شرح قصیدہ بردہ سے حاشیہ آرائی کی ہے، اور حاشیہ کے آخر پر اس بات کی انہوں نے تصریح کردی ہے۔ اور یہ حاشیہ آرائی ۱۲۳۶ھ میں پایہ تکمیل کی پہنچی۔ جب کہ اس نسخہ کی کتابت ۱۲۳۵ھ میں مکمل ہوئی اور آخر پر جس کاتب کا نام درج ہے۔ وہ شیخ احمد ہیں جنہوں نے یہ نسخہ اپنے پیر و مرشد غلام احمد کے لیے لکھا تھا۔ شارح کے احوال زندگی کوشش بسیار کے بعد مل نہیں سکے۔ کیونکہ سوائے نام کے اور کسی چیز کا اتہ پتہ نہیں۔ شاید بعد میں مل بھی جائیں تو عین ممکن ہے۔

تعلیق واقعی شارح نے شرح کا حق ادا کردیا۔ اور یہ شرح شرح بے مثال ہے، شارحؒ فارسی اور عربی دونوں زبانوں پر کامل دسترس رکھتے ہیں، ان کی قابلیت کا اندازہ اس شرح اور اس کی صرفی نحوی اور لغوی تحقیقات سے پتہ چلتا ہے، جہاں ان کی فارسی تحریر میں پختگی ہے وہاں ان کی عربی تحریر بھی ایسے جیسا کہ ان کی مادری زبان، فارسی تحریر ہے اور عربی عبارات کو ایسے پرو دیتے ہیں، جس سے زبان کی سلاست میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ اس کا اندازہ مذکور بالا امثلہ سے کیا جاسکتا ہے۔ اگر شارح کے احوال شخصیہ کا پتہ چل جاتا تو بہت سے مزید حقائق سامنے آجاتے، اس صورت کے پیش نظر قیاس آرائی سے ہی کام لینا پڑتا ہے، جس کے بغیر محقق کا کوئی اور چارہ نہیں، شارح کی تحریر اور اس کے اسلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ شارح فارسی الاصل ہیں، اور یہ شرح بھی فارسی بولنے والوں کے لیے تحریر کی جس میں عربی زبان کی آمیزش کا سہارا لیا۔

شارحؒ کی نحوی مسائل پر مکمل دسترس معلوم ہوتی ہے۔ اس کا علم شرح کے مطالعہ سے ہوتا ہے، جیسا کہ مثال نمبر ۲ میں صرف ایک کلمہ "حاشا" پر اخفش کی رائے اور اس کا مکمل وافی و شافی تبصرہ درج ہے اور یہی حال صرفی مسائل کا ہے۔ وہاں صیغوں کی بناوٹ اس میں کسی قسم کا اعتدال وغیرہ اس سب کی تفصیل بیان کرنے کی شارحؒ کی عادت ہے۔

قرآن کریم مسلمانوں کی مہتمم بالشان کتاب ہے۔ اور اس کی آیات کا برمحل استعمال کرنا اور اس سے مسائل کا استنباط کرنا یہ تبحر علمی کی نشانی ہے۔ شارحؒ نے ہر آیت کا برمحل استعمال کرکے اپنی علمی وقعت کو بڑھایا اور

اہمیت کا ثبوت رہا ہے ۔ احادیث نبویہ علیہ السلام مسلمانوں کا علمی ذخیرہ ، احادیث سے تعلق ایمان کی علامت ہے ، اور اس پر عبور والہانہ عشق مصطفوی کی دلیل ہے ۔ شارح رحؒ نے احادیث نبویہ ﷺ کو قرآنی آیات کے ساتھ ساتھ ایک دریا بہا دیا ہے ۔ اگر سب آیات اور سب احادیث کو یکجا فہرست پر مرتب کیا جائے ۔ تو کئی صفحات درکار ہوں ۔ شرح کے مطالعہ سے جہاں قاری کو صرف ، نحو ، لغت کا استفادہ ہوگا وہاں قرآنی آیت اور احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بیش قیمت خزانہ اس کے ہاں جمع ہو جائے گا ۔ جس سے اس کی علمی دولت کی حدود پہلے سے زیادہ بڑھ جائیں گی ۔

شارح رحؒ کے پاس صرف واجبی علم ہی نہیں بلکہ ہر فن میں لکھی گئی اہم مراجع ان کے ذہنی کمپیوٹر کے خانوں میں محفوظ ہیں بٹن دبایا تو کھل کر سامنے آئے ۔ تیسری مثال میں جن کتب کا ذکر کیا ہے ۔ وہ تو ہمارے سامنے ہیں ان کے علاوہ باقی اشعار کی شرح میں جو دوسری کتب ذکر ہوئی ہیں ان کو جب محقق حروف تہجی کی صورت میں مرتب کرے ، تو ان کی تعداد سینکڑوں تک جا پہنچے گی ، اور محقق کی وسعت علمی میں بے پناہ اضافہ ہوگا ۔

مشہور متداول شروح کا جب اس شرح سے تقابل کیا جائے تو وہ اس کے پاسنگ نہیں ۔ بعض شروح قصیدہ بردہ " کی وجہ تسمیہ یہ بتاتی ہیں کہ ناظم رحؒ کو فالج کی تکلیف ہوئی ۔ جس پر انہوں نے یہ قصیدہ لکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک چادر اس کے صلہ میں عنایت فرمائی ۔ جس سے اس کا نام بردہ پڑ گیا ۔ جب کہ شرح ہذا میں شارح رحؒ نے اس قصیدہ کے ساتھ ناظم رحؒ کے اور قصائد کا بھی ذکر کیا ہے ۔ کہ جب ان قصائد سے انہیں اس فالج کی بیماری سے افاقہ نہ ہوا تو پھر یہ قصیدہ نظم کیا ۔ جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انہیں زیارت نصیب ہوئی ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ناظم رحؒ کے جسم پر پھیرا جس سے انہیں شفا مل گئی ۔ اور پھر آپ نے چادر ڈال دی ، اس میں اس چادر کا ذکر ہے جو عام طور پہ انسان لے کر سوتا ہے ۔ شارح رحؒ فرماتے ہیں ، کہ اس چادر سے مراد حیات جاودانی مراد ہے ، ملاحظہ ہو ۔

" درحقیقت آں بردیمانی حیات جاودانی بود "[۱۵]

بردیمانی وہ دھاری دار چادر مبارک تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب بن زہیر رضؓ کو ان کے قصیدے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور انعام دی تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اوڑھے ہوئے تھے بعد میں یہ چادر حضرت امیر معاویہ رضؓ نے ان کے بیٹے سے خرید لی تھی[۱۶] ...... بردہ یمانی ایک ہی

---

[۱۵] شرح بے مثال قصیدہ بردہ ص ۲ ۔

[۱۶] اردو دائرہ معارف اسلامیہ ص ۲۷۸

چادر تھی جو کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو مل گئی، تو اس لحاظ سے شارح کا بُردہ یمانی سے حیات جاودانی مراد لینا درست اور قرین قیاس ہے

بعض شارحین نے قصیدہ بانت سعاد یعنی کعب بن زھیر کے قصیدے کو قصیدہ بُردہ کہا ہے ، جس سے شارح کے خیال کی مزید تائید ہوتی ہے [۱۷] اور بعض نے اس کی وجہ تسمیہ میں یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ یہ لفظ بردہ نہیں بلکہ "بُرْئَۃ" اس سے بگڑ کر بردۃ بن گیا ہے ۔ اور بُرء ۃ بمعنی "شفا" کہ ناظم کو اس سے اپنی مرض سے شفاء مل گئی [۱۸] اس روایت سے بھی اس سابقہ بات کو تقویت ملتی ہے کہ دراصل قصیدہ بردہ وہی ہے جو کہ بانت سعاد کے نام سے مشہور ہے ۔ اور بوصیری کا یہ قصیدہ "الکواکب الدریۃ" ہے ، جو کہ عرف عام میں بردہ کے نام سے مشہور ہے ۔

شارح نے اس قصیدہ کا اصلی نام درج نہیں کیا، بلکہ عرف عام میں جو نام تھا اسی پر کفایت کی ہے ، تاکہ قاری کسی مخمصے کا شکار نہ ہو جائے ۔ اگر اس کو اصل نام کی ضرورت ہوئی تو خود تلاش کرے گا ، لیکن تحقیقی اصول کے مدنظر عرف عام میں مشہور نام کے ساتھ اصلی نام کا ذکر ضروری امر تھا جو کہ شارح سے نظر انداز ہو گیا ۔ شارح کی ساری توجہ اس کی شرح پر مرکوز رہی اور اس میں وہ کامیاب و کامران نظر آتے ہیں ۔

شارح نے اشعار کو مختلف ابواب میں تقسیم نہیں کیا جیسا کہ بعض شُرّاح نے کیا ہے اس کی وجہ ناظم کی پیروی اور اتباع ہے ، کہ اصل میں قصیدہ مختلف ابواب اور حصّوں میں منقسم نہیں ، یہ بعد کے شارحین کی ذاتی اختراع ہے ۔ ناظم نے اس کو عربی شعراء بالخصوص دور جاہلیت کے شعراء کے قصائد کی طرز پر لکھا ہے ۔ اس کا ابتدائی شعر اور اس کی ترکیب اس بات کی علامت اور گواہی ہے چنانچہ سبعہ معلقہ کے تمام شعراء کے قصائد تشبیب سے شروع ہیں ، ناظم نے اس کو اپنایا ، اس قصیدہ کو اگر ان پر منطبق کہا جائے تو زہیر بن ابی سلمٰی کے قصیدے یعنی معلقہ کے قریب قریب جا پہنچتا ہے ۔ جب کہ زھیر کا خود نام بھی بوصیری نے ذکر کر دیا ہے تو سابقہ بات کو مزید تقویت ملتی ہے ؛

بہر حال یہ بھی کسی معلقہ سے کم نہیں ۔ اس کو بوصیری کا معلقہ یا مذہّب کہنا زیادہ مناسب ہے جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے ۔

شارح نے بوصیری کی شاعرانہ خصوصیات کا ذکر نہیں کیا جو کہ انہیں کرنا چاہیئے تھا کہ بیشتر زمانہ ان کا شعراء

---

[۱۷] حسن الحبردہ شرح قصیدہ بردہ اُردو ۔ ص ۱۲ ۔

[۱۸] سابقہ حوالہ ص ۱۷ ۔

کی خدمت میں گذرا یا بالخصوص ان کے مدحیہ قصائد کا ذکر تو ضرور ہی کر دیتے ، بہرحال یہ ان سے فروگذاشت ہوئی ہے اس قصیدہ کے علاوہ ان کے مشہور قصیدے درج ذیل ہیں ۔

۱۔ قصیدہ بانت سعاد کے وزن پر جس کی ابتداء ہے ۔

الی متی انتَ باللذاتِ مشغولُ
وانت عن کلّ ما قدّمتَ مسئولُ

۲۔ قصیدہ ہمزیہ جس کی ابتداء ہے ۔

کیف ترقی رقیکَ الانبیاءُ
یا سماءً ما طاولتها سماءُ [19]

۳۔ قصیدہ محمدیہ جس کی ابتداء ہے ۔

محمدٌ اشرفُ الاعراب والعجم
محمدٌ خیرُ من یمشی علی قدم

۴۔ قصیدہ مضریہ جس کی ابتداء ہے ۔

یاربِّ صلّ علی المختارِ من مضرٍ
والانبیاء وجمیع الرسلِ ما ذکروا [20]

باقی ان سب سے مشہور یہی "بردہ" ہے جیسا کہ خیر الدین الزرکلی نے اعلام میں نقل کیا ہے "واشھر شعرہ البردۃ" [21] اور ابن سید الناس کی تصریح بحوالہ معجم المطبوعات "وھو احسن شعراً من الجزار والوراق" [22] یعنی بوصیری جزار اور وراق سے فن شعر گوئی میں بہت عمدہ اور آگے ہیں ، یہ مزید سونے پر سہاگہ ہے ۔ بہرحال اس شرح پر تحقیقی کام کی ضرورت ہے تاکہ اس کا تمام پہلوؤں سے جائزہ لیا جائے اور یہ شرح مطبوعات کی دنیا میں شرح بے مثال ثابت ہو ۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمدٍ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین ومن تبعہ باحسان الیٰ یوم الدین ۔

---

[19] المعلم بطرس بستانی دائرہ معارف ص ۶۹۴ ۔ ۶۹۵ ج ۵ ۔

[20] حسن الجردہ شرح قصیدہ بردہ (اردو) ص ۱۲ ۔ [21] الاعلام ج ۷ ۔ ۸ ص ۱۱ ۔

[22] معجم المطبوعات یوسف الیاس سرکیس ص ۔ ۶۰۴

مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی

اطمینانِ قلب وروح کا ایک ہی نسخۂ اکسیر

عصر حاضر کو تحقیق وترقی اور تہذیب وتمدن کا دور کہا جاتا ہے، نت نئی ایجادات واکتشافات نے آج کے انسان کے حوصلے بہت بلند کردیئے ہیں، اور وہ زمین کی پہنائیوں اور سمندر کی گہرائیوں کو ناپنے کے بعد آفتاب وماہتاب پر کمندیں ڈالنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے، علم وفن کے ذریعہ دھات کے بے جان پرزوں سے انسانی دماغ کا کام لیا جارہا ہے، مہینوں کی مسافت کو گھنٹوں میں طے کرلینا ایک معمولی بات ہے، ابلاغ وارسال کے ایسے کامیاب ذرائع مہیا کرلیے گئے ہیں کہ چند لمحوں میں اپنی بات پوری دنیا میں پھیلائی جاسکتی ہے، آرام وآسائش اور تزئین وآرائش کے ایسے ایسے سامان تیار ہوگئے ہیں کہ ایک صدی پہلے کا انسان ان کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا، اور اب تو تمدن کا معیار اس قدر بلند ہوگیا ہے کہ آسمان سے باتیں کرتی عمارتیں اور ہواؤں کا پرکترتی مرسڈیز کاریں اپنا عروج اور وقار کھوتی جارہی ہیں ماکولات وملبوسات کی اتنی قسمیں بنائی گئی ہیں کہ انہیں شمار میں لانا بھی مشکل ہے، غرضیکہ آرام وراحت اطمینان وسکون تہذیب وتزئین اور زیبائش وآرائش کے اسباب کی اس درجہ فراوانی اور کثرت کہ آج کے کوردہ اور پسماندہ دیہات بھی پہلے کے قصبات اور شہروں سے کہیں زیادہ پُرتکلف اور بارونق نظر آتے ہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا اس مادی عروج وترقی، ظاہری چمک دمک اور سامانِ راحت کی اس کثرت سے انسان کو چین وسکون اور امن واطمینان حاصل ہوگیا ہے؟ قلب کو تسکین اور روح کو آسودگی مل گئی ہے؟ اور کیا واقعی تہذیب وتمدن کے ان پُرشور نعروں کی بدولت آج کا انسان پہلے سے زیادہ شائستہ اور مہذب ہوگیا ہے؟ اگر آج کی متمدن اور ترقی یافتہ دنیا کا حقیقت پسندانہ جائزہ لیں تو ان سارے سوالوں کا جواب آپ کو مایوس کن نفی میں ملے گا، اور مشاہدہ وتجربہ گواہ ہیں کہ آرام وراحت کے یہ اسباب جس قدر بڑھتے جارہے ہیں، قلب کے اضطراب اور روح کی بےچینی میں بھی اسی قدر اضافہ ہوتا جارہا ہے اور فریب تمدن کے دام صد رنگ میں گرفتار انسانیت تڑپ رہی ہے اور تلاشِ سکون میں دردر کی ٹھوکریں کھارہی ہے، مگر یہ متاعِ گمشدہ کہیں سے ہاتھ نہیں لگ رہی ہے، عدل وامانت، صبر وقناعت، عفت وحیا، صدق وصفا، اخلاص ومحبت، شرافت ومروت، لحاظ وپاسداری، سیرچشمی وخودداری وغیرہ اعلیٰ قدریں جن سے انسانیت عبارت تھی۔ ایک ایک کرکے رخصت ہوگئی ہیں اور انسان اندر سے بالکل بےمایہ اور کھوکھلا ہوکر رہ گیا ہے۔

علم وفن تحقیق وجستجو اور عروج وترقی کے اس دور میں آخر انسانیت کیوں تباہ ہو رہی ہے۔
اس کی خلش روز بروز کیوں بڑھتی جا رہی ہے اور اس کے اضطراب وانتشار میں آئے دن کیوں اضافہ
ہوتا جا رہا ہے، اگر حقیقۃً ہمیں سچے سکون کی طلب ہے اور ہم روح کی آسودگی اور قلب کے چین
کے متلاشی ہیں تو ہمیں ان اسباب وعوامل کی کھوج لگانی چاہیئے۔ جن کے ذریعہ یہ جنس گرانمایہ حاصل
کی جا سکتی ہے، ہم نے ایک طویل عرصہ تک دھات وبھاپ پر محنت کر کے دیکھ لیا، زمین کے پوشیدہ
خزانوں کی تحقیق کر ڈالی، آفتاب کی کرنوں اور بجلی کی لہروں کو بھی آزما چکے ہیں۔ ان سب کے دامن اس
گوہر نایاب سے خالی ہیں، ہم نے استعماریت واشتراکیت کا بھی تجربہ کر لیا ہے مگر ان آستانوں سے بھی
یہ متاعِ عزیز ہمیں دستیاب نہیں ہو سکی۔

مگر ان مسلسل محرومیوں اور تجربات کی پیہم ناکامیوں سے مایوس ہو کر ہمت ہارنے کی ضرورت نہیں
ہمیں ابھی ایک تجربہ اور کرنا چاہیئے، حاضر کے ان پُر فریب وپُر شور نعروں کے درمیان حق وصداقت کی
ایک مدہم سی آواز بھی سنائی دے رہی ہے، آیئے کان لگا کر سنیں ممکن ہے روح کو تسکین اور قلب
کو آرام کا سامان یہیں فراہم ہو جائے، قرآن حکیم بھٹکی ہوئی انسانیت کو دعوت دے رہا ہے کہ اے گم
کردہ راہ انسانوں دنیا کے ان گورکھ دھندوں میں پھنس کر اپنے آپ کو ضائع مت کرو اگر تمھیں سکون
قلب کی تلاش ہے تو آؤ میرے پاس آؤ تمھارے گوہر مقصود کا پتہ میں اور صرف میں ہی بتا سکتا ہوں
کیونکہ اس بیش بہا امانت کا امین ومحافظ میں ہی ہوں۔ کان کھول کر غور سے سن لو "الا بذکر اللہ
تطمئن القلوب" اللہ تعالیٰ ہی کی یاد سے قلوب چین پائیں گے، یعنی دولت وحکومت منصب
وجاگیر، مادی ایجادات واکتشافات، ظاہری عروج وترقی، اسباب راحت کی فراوانی، ان میں سے
کوئی چیز بھی انسان کو حقیقی سکون واطمینان سے ہم آغوش نہیں کر سکتی، صرف یاد الٰہی اور ذکر اللہ کا نور
ہی دلوں سے ہر طرح کی دہشت، گھبراہٹ اور اضطراب وانتشار کو دور کر سکتا ہے۔

یہ اس کتاب مقدس کا اعلان ہے جس کی صداقت اور سچائی کو چودہ سو سال کی طویل مدت
گذر جانے کے باوجود آج تک چیلنج نہیں کیا جا سکا ہے، ابتدائے نزول سے آج تک اس کا ہر اعلان
اور ہر پیشین گوئی حرف بحرف درست ہوتی رہی ہے، اس لیے ضرورت ہے کہ ایک بار صدق دلی سے
اس کا بھی تجربہ کر لیا جائے۔

راجہ محمد ذاکر خان

پاکستان یہودیوں کا سب سے بڑا ہدف

یہودی منافقت چالبازی اور مکروفریب میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ سازشیں کرنا انسانی حقوق کی پامالی کرنا اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہیں۔ اخلاقی لحاظ سے یہ دنیا کی سب سے گھٹیا قوم ہے انہی خرابیوں کی بنیاد پر اللہ تعالے نے انہیں ملعون قرار دیتے ہوئے ان پر ذلت مسلط کردی۔ جس قوم کو ذلت کا سرٹیفکیٹ اللہ تعالے دے اس قوم کو کوئی عزت نہیں دلا سکتا۔ دنیا کی یہ ذلیل قوم آج مسلمانوں پر حکمرانی کے خواب دیکھ رہی ہے۔ اسرائیل اسی خواب کی تکمیل کا پہلا قدم ہے۔ اسی اسرائیل کو تسلیم کرانے کے لیے یہودی پوری دنیا میں پھیل گئے ہیں۔

اقوام متحدہ ہو یا انسانی حقوق کی کوئی تنظیم یہودی اس کے اندر پوری قوت کے ساتھ کام کر رہے ہیں اقوام متحدہ کو یہودیوں نے مکمل یرغمال بنایا ہوا ہے جس طرف یہ اشارہ کرتے ہیں اقوام متحدہ راتوں رات قرارداد پاس کر کے اپنی فوجیں اتارنا شروع کر دیتی ہے۔ اس وقت امریکہ کے اندر ۲۰۰ سے زائد یہودی تنظیمیں کام کر رہی ہیں اور امریکہ کے کلیدی عہدوں پر یہودی فائز ہیں۔ امریکہ کے وزیر داخلہ اور وزیر خارجہ کٹر یہودی ہیں۔ برطانیہ، فرانس اور دیگر ممالک کے اندر یہودی تنظیمیں بڑے پیمانے پر کام کر رہی ہیں۔ بین الاقوامی حالات کو اپنے نقطہ نظر کے مطابق ڈھالنا مذہبی فریضہ سمجھتی ہیں۔

پوری دنیا کے میڈیا پر یہودیوں کا قبضہ ہے اور اس کو وہ اپنی مرضی سے استعمال کرتے ہیں اور اس کے ذریعہ سے وہ مسلمانوں کو اپنے اصل راستہ سے ہٹانا چاہتے ہیں۔ ٹیلی ویژن، ڈش انٹینا، وی سی آر کے ذریعہ گھر گھر فحاشی اور عریانی پھیلا رہے ہیں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے وہ مسلمان حکمرانوں کو استعمال کرتے ہیں۔ آج کا مسلمان حکمران یہود کا مکمل "مرید" بن چکا ہے وہ یہود کے اشارے پر ناچتا ہے اگر مسلمان حکمرانوں پر نظر دوڑائی جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ یہودیوں اور غیر مسلم اقوام سے بڑھ کر راسخ العقیدہ مسلمانوں کی مخالفت کرتے ہیں نہ صرف مخالفت کرتے ہیں بلکہ ان کو دینی کام کرنے سے روک کر شہید کر رہے ہیں۔

مصر کے حالات کا اگر جائزہ لیا جائے تو مسلمان عجیب کیفیت میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ گزشتہ ایک عرصہ سے وہاں کے مسلمانوں کو جو اللہ کی دھرتی پر اللہ کا نظام چاہتے ہیں، چوک میں پھانسی دی جاتی ہے بڑے بڑے مجاہد علماء کو شہید کر دیا گیا۔ مصر کے حکمران کو یہودیوں نے یہ باور کرا دیا ہے کہ تمہارے اقتدار کو خطرہ ہے اگر قرآن وسنت پر عمل کرنے والوں کی حکومت بن گئی تو تمہارے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے تمہیں پھر مصر کے اندر پناہ نہیں ملے گی تو مصر کا حکمران یہودیوں کے کہنے پر ہزاروں مسلمانوں کو شہید کر چکا ہے اور ہزاروں کو جیل کے اندر زندگی گزارنے پر مجبور کر چکا ہے اور ان کا جرم ہے کہ وہ اسلام کی بات کرتے ہیں وہ جہاد کی بات کرتے ہیں، جن سے یہودیوں کو خطرہ ہے۔

اگر مسلمانوں کے اندر ایک بار پھر جذبہ جہاد بیدار ہو گیا تو پھر اسرائیل نام کی کوئی چیز فلسطین کے اندر نہیں ملے گی۔ پھر ہندو بنیا کشمیر کے اندر ظلم نہیں کر سکتا ہے مسلمانوں کے اندر سے جذبہ جہاد اور قرآن کی روح کو ختم کرنے کے لیے پورا کفر متحد ہو چکا ہے۔ وہ کفر جو جمہوریت کا دعویٰ کرتا ہے جب الجزائر کے اندر ۸۰ فیصد ووٹ اسلامک سالویشن فرنٹ کو ملے جو اسلامی اصولوں پر قائم کی گئی تھی تو جمہوریت کے دعوے داروں نے جمہوریت کے ساتھ مذاق کیا اور دنیا نے دیکھا کہ الجزائر کے اندر اسلامک سالویشن فرنٹ کی حکومت نہ بننے دی گئی اور وہاں پر مارشل لاء لگوا دیا اور آج وہاں پر مسلمانوں کو شہید کیا جا رہا ہے۔ راسخ العقیدہ مسلمانوں سے الجزائر کے جیل بھر گئے ہیں۔ جیلوں میں جگہ ختم ہونے کی وجہ سے حکمرانوں نے فیصلہ کیا ہے کہ قیدیوں کو ختم کیا جائے۔

ذرا آگے چلیں کہ بوسنیا میں کیا ہو رہا ہے، سرب جدید ترین ہتھیاروں سے مسلح ہو کر مسلمانوں کو شہید کرنا شروع ہو گئے تو کافر اقوام متحدہ نے مسلمانوں ہی پر پابندی لگا دی کہ وہ ہتھیار استعمال نہیں کر سکتے۔ بوسنیا کے اندر ۲ لاکھ سے زائد مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا۔ ۳۰ ہزار عورتوں کی عصمت دری کی۔ بچوں کو زندہ برف پر چھوڑ دیا تاکہ وہ سسک سسک کر مریں۔ پوری دنیا کی آنکھوں نے یہ منظر دیکھا مگر کوئی ٹس سے مس نہیں ہوا اور ان بچوں پر سے سرب فوجیوں نے ٹینک گزار دیئے۔ بوسنیا کا قبرستان دوربین سے بھی نہیں دیکھا جا سکتا اور پھر بھی مسلمانوں پر پابندی رہی کہ وہ اسلحہ استعمال نہیں کر سکتے ہیں۔ لیکن کسی مسلمان حکمران کی طرف سے اس ظلم پر مذمت کرنے کی توفیق نہیں ہوئی اور کفار نے وہ ظلم کیا جو وہ کر سکتے تھے۔ دوسری طرف صومالیہ کے اندر جنرل عدید کو ختم کرنے کے لیے اقوام متحدہ کی فوجیں ایک دن میں صومالیہ روانہ ہو گئیں۔ اس لیے کہ وہاں مسلمان کو کچلنا مقصود تھا۔ اس پر بھی مسلمان خاموش رہے پھر جب ہیٹی کی باری آئی تو امریکہ کی فوجیں پہنچ گئیں۔

مسلمان خاموش رہے۔ افغانستان کے اندر جہاد کو خراب کس نے کیا، کشمیر کے جہاد کو کون سبوتاژ کر رہا ہے ان سارے معاملات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پیچھے یہودیوں کا ہاتھ ہے اور اب یہودیوں کا اصل ٹارگٹ پاکستان ہے۔ کراچی کے حالات اور آئے دن حکومتوں کو کون تبدیل کر رہا ہے۔

الیکشن کے بعد کوئی بین الاقوامی میڈیا میں اعلان کرتا ہے کہ پاکستان میں بنیاد پرستوں کو ختم کر دیا گیا ہے یہودی جب دیکھتے ہیں کہ ایک حکومت ان کے کام کی نہیں تو وہ اس کو ہٹا کر دوسری لے آتے ہیں اور پھر اس کو ہٹا کر پہلی والی کو لے آتے ہیں۔ کراچی کے حالات میں اسرائیل ملوث ہے اور اسرائیل کے کمانڈوز کراچی کے اندر کام کر رہے ہیں اور یہ بات حکومت کے نوٹس میں ہے۔ گزشتہ دنوں کراچی کے ایئرپورٹ پر اسرائیل کا طیارہ آیا اور کچھ لوگوں کو ایئرپورٹ پر اتار کر چلا گیا اور وہ لوگ پراسرار طور پر غائب ہو گئے اسرائیل اور بھارت امریکہ کی مدد سے کراچی کے حالات خراب کر رہے ہیں تاکہ کشمیر کے مسئلے کو نقصان پہنچے۔

امریکہ کی (C I A) پاکستان میں کتنی سرگرم دکھائی دیتی ہے اس بات کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے اور تبلیغی افراد جو پشاور میں ہیں ان کو بھی گرفتار کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اس لیے کہ انہوں نے جہاد افغانستان میں حصہ لیا ہے۔ گوادر کا سودا ہو چکا ہے حالانکہ اسرائیل کا "دایاں بازو" ہے اسے گوادر دے دیا گیا ہے اور امریکہ اور اسرائیل اپنا اڈہ گوادر کو بنائیں گے اور پاکستان کو ہمیشہ کی نیند سلا دیں گے اس کے ساتھ ساتھ چکوال کے قریب مدر لیبارٹری کا مرکز قائم ہو چکا ہے جو پاکستان میں بننے والے ہر طرح کے نیوکلیائی اسلحہ کی نشاندہی کرے گا۔ یہ سارا کام صرف اس لیے ہو رہا ہے کہ مسلمان کو ختم کیا جا سکے اور ساتھ پاکستان کو بھی دنیا کے نقشہ سے مٹایا جا سکے۔ یعنی پاکستان کو دنیا کے نقشہ سے مٹانے کا سامان ہو چکا ہے ورنہ ایک طرف امریکہ نے پاکستان کے روپے لے کر ایف۔ ۱۶ دینے سے انکار کر دیا ہے اور دوسری طرف توانائی میں اربوں ڈالر خرچ کر رہا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امریکہ نے پاکستان کا ٹھیکہ لے لیا ہے اور مسئلہ کشمیر کو ایک بار پھر سرد خانے میں ڈال دیا ہے اس کا ثبوت یہ ہے کہ برطانیہ کا ایک ذمہ دار پاکستان آیا یعنی برطانیہ کا وزیر خارجہ جس نے پاکستان میں آکر بیان دیا کہ مسئلہ کشمیر اب کوئی مسئلہ نہیں رہا اقوام متحدہ میں موجود قرار دادیں اب پرانی ہو چکی ہیں اور اب ان پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔

اور اس کے ساتھ امریکہ کا سیکرٹری دفاع آیا اور اس نے پاکستان سے کہا کہ وہ اپنا ایٹمی پروگرام بند

(بقیہ صفحہ ۶۳ پر)

✱ اسلام فرانس کا دوسرا بڑا مذہب ہے ـــ وزیر داخلہ ـــ

فرانس کے وزیر داخلہ جین لوئیس ڈیبرے نے فرانس کے دوسرے مذہب کی حیثیت سے اسلام کا خیر مقدم کیا ہے ۔ تاہم انہوں نے خبردار کیا ہے کہ اس کے پیروؤں کو اگر وہ ایک متحدہ مسلم برادری کے طور پر فرانس میں رہنا چاہتے ہیں تو فرانسیسی قوانین اور رسومات کی پابندی کرنا ہوگی ـــ وزیر نے اسلامی رہنماؤں سے ملاقات میں خاص طور پر فرانسیسی مسلم کونسل کے قیام کو سراہا جو جلیل ابو بکر نے مسلم گروپوں کو متحد کرنے کے لئے قائم کی ہے ۔ پیرس کی جامع مسجد میں جہاں انہوں نے اس کے ریکٹر ابو بکر سے ملاقات کی، تقریر کرتے ہوئے کہا کہ کونسل کو وسیع ہونا چاہیئے اور یہ مسجد تمام اسلامی گروہوں کے لئے کھلی ہونا چاہیئے ۔ تقریباً ۲۰ لاکھ مسلمان فرانسیسی ہیں، اسلام فرانس کا دوسرا مذہب ہے ۔ ابو بکر نے کہا کہ فرانس کے مسلمان اپنے مناقشوں سے بلند ہونا چاہتے ہیں ۔ وہ اس معاشرے میں ایک طبعی اور نارمل زندگی گزارنے کی تمنا رکھتے ہیں ۔

✱ اسلامی تحاریک کو کچلنے کے لئے تمام حربے استعمال ہوں گے ۔ فرانسیسی صدر کا اعلان ـــ

فرانس کے صدر جیکو شیراک نے 14 جولائی بروز جمعہ کو اس عزم کا اظہار کیا کہ میں فرانس سے اسلامی بنیاد پرستوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا ارادہ رکھتا ہوں ۔ انہوں نے کہا کہ میں ان تمام بنیاد پرست عناصر کو ختم کر دوں گا جو فرانس کو اپنا بیس کیمپ بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں ۔ ایک قومی تقریب یوم باسٹلے کے موقع پر پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ میں اس بات کی قطعی اجازت نہیں دے سکتا کہ بنیاد پرست عناصر فرانس کو اپنے بیس کیمپ کے طور پر استعمال کریں ۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ ہم ان سے چھٹکارا پانے کے تمام طریقے استعمال کریں گے ۔ واضح رہے کہ فرانس گزشتہ چند برسوں سے الجزائر میں ملک دشمن کٹھ پتلی حکومت کو سہارا دیتا چلا آتا ہے جہاں فوجی حکومت اسلامی انقلاب کا بزور راستہ روکنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہے ۔ تاہم فرانسیسی حکام کو اندیشہ ہے کہ الجزائر میں اسلامی انقلاب کی لہر فرانس کی سرحد بھی عبور کر سکتی ہے ۔ (از مولانا خلیل اللہ حقانی بٹگرام)

✱ تنخواہ اور نماز

گزشتہ دنوں عرب امارات میں ایک کمپنی "دبئی پٹرولیم" نے اپنے ملازمین کو ایک نوٹس جاری کیا جس میں

تمام ملازمین کو سختی سے متنبہ کیا گیا تھا کہ وہ دفتر کے اوقات میں کسی قسم کی مذہبی سرگرمیوں میں حصہ نہیں لے سکتے، اس نوٹس کی رو سے دفتر کا کام چھوڑ کر نماز کے لئے جانے کی اجازت نہ تھی، البتہ نمازیوں کو یہ رعایت تھی کہ وہ چاہیں تو اپنی تنخواہ سے نماز کے لئے صرف ہونے والے وقت کے عوض رقم کٹوا کر نماز پڑھ سکتے ہیں، اس نوٹس پر خوب شور مچا لیکن انتظامیہ نے کسی اعتراض پر غور نہیں کیا۔ بہت سے لوگوں نے محض اس لئے نماز پڑھنا چھوڑ دی کہ کون اپنی تنخواہ کٹوائے، لیکن کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے تنخواہ کٹوانا پسند کی لیکن نماز نہیں چھوڑی۔

کچھ عرصے بعد انتظامیہ نے ایسے لوگوں کی فہرست طلب کی جو تنخواہ سے پیسے کٹنے کے باوجود باقاعدگی سے نماز پڑھتے تھے، فہرست ملنے پر باقاعدگی سے نماز پڑھنے والوں کو بطور انعام خصوصی بونس دیئے گئے تنخواہ سے کٹوتی کی شرط ختم کر دی گئی اور انہیں نماز کے وقت پر دفتر چھوڑ کر جانے کی اجازت بھی دی گئی جب کہ وہ لوگ جنہوں نے تنخواہ کٹنے کے خوف سے نماز چھوڑی تھی ان پر یہ پابندی برقرار رہی۔ (اقبال احمد خان عجمان)

شمسی ہجری کیلنڈر

ماہنامہ "الحق" موصول ہوا تو اس میں شمسی ہجری کیلنڈر کی ضرورت کے بارے میں مضمون نظر سے گزرا۔ اس سلسلے میں آپ کی کاوشیں قابل ستائش ہیں مگر اسے نافذ العمل کرنے کے بارے میں اس قدر جلد بازی درست نہیں آپ نے اپنے طور پر واقعی متعدد علماء کرام سے مشورہ فرمایا ہوگا مگر اسے صرف اپنے رابطے کے علماء تک محدود نہ کیجئے ملک میں ایسے علماء بھی ہوں گے جن تک آپ کا یہ پیغام نہیں پہنچ سکے گا۔ وہ آپ کو بہت اچھی رائیں دے سکیں گے۔ اس تجویز کی وسیع پیمانے پر اشاعت آپ کا فرض ہے۔ پہلی اشاعت کے بعد دوسروں کی آراء لیجئے، اچھی اچھی آراء کو پھر مشتہر کیجئے اور مزید آراء طلب فرمایئے۔ اس تمام کام پر اخراجات بھی اٹھیں گے مگر اس کے بغیر خدشہ ہے کہ سکیم میں نقائص نہ آجائیں۔ صرف ایک نکتے کی بات کرتا ہوں۔ آپ نے ربیع الاول اھ کو ۱۳ ستمبر ۶۲۲ھ سے شروع کیا۔ بعض محقق اس سے اختلاف رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر حمید اللہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش مبارک ۵۶۹ء بتاتے ہیں جب کہ عام ۵۷۱ء مشتہر رہے۔ وہ آپ کی عمر مبارک ۶۳ برس شمسی حساب سے گنتے ہیں اور بھی بہت سے لوگ عہد نبوی میں ایک شمسیہ قمری تقویم کے وجود کا ذکر کرتے ہیں جس پر زیادہ تحقیق نہیں کی گئی۔ میں نے اپنی کتاب "جوہر تقویم" کے نئے ایڈیشن مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور میں اس پر کچھ بحث کی ہے ضروری نہیں کہ اس سے اتفاق کیا جائے مگر اس پر غور کیا جانا ضروری ہے تاکہ دوسروں کو اپنے دلائل سے آگاہ کر کے مطمئن کیا جا سکے۔ چاند کے مسئلے پر سائنس دانوں کی جدید ترین تحقیق پر میرے رسالے "رویت ہلال موجودہ دور میں" میں بحث کی گئی ہے۔ (ضیاء الدین لاہوری)

* الحق کا شمارہ جولائی نظر انداز ہوا مشکور و ممنون ہوں۔ اللہ تعالی آپ کے علم و قلم میں مزید از مزید برکات عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ آپ کی تحریری کاوشیں علم و تحقیق کا گنجینہ ہوتی ہیں اور ساتھ ہی بے ساختگی و

بزرگی کا بھی مظہر ہوتی ہیں ماشاء اللہ اس شمارے میں جناب سید شبیر احمد صاحب کا کاخیل کا اسلامی شمسی سال کے بارے میں مضمون خاص اہمیت کا حامل ہے۔ سید صاحب موصوف اسلامی شمسی سال کے اقدام کے سلسلے میں قابل صد مبارک باد ہیں۔ اسلامی شمسی سال کے کیلنڈر کا اجراء جسقدر جلد ہوجائے اس قدر احسن ہو گا۔ اور اس امتیاز اسلامی کی دریافت کا امتیاز(Credit)سید صاحب موصوف ہی کو جائے گا۔

خاکسار نے سید صاحب کا مضمون دو دفعہ بغور مطالعہ کیا جس میں اسلامی سال کے شہور کی زیادہ تر تعداد کو غزوات سے موسوم کیا گیا۔ لیکن خاکسار کی اس سلسلے میں یہ تجویز ہے کہ غزوات کے ساتھ ساتھ اہم وقائع سیرت پر تسمیۂ شہور کی تعداد اگر زیادہ نہ ہو تو کم از کم برابر تو ضرور ہو۔ اس سلسلے میں خاکسار نے بطور تجویز مندرجہ ذیل اسماء شہور تجویز کیے ہیں (۱) حرا (۲) دعوت (۳) شعب (۴) ہجرہ (۵) ثور (۶) قبا (۷) بدر (۸) احد تبلیغ (۱۰) رضوان (۱۱) خیبر (۱۲) فتح۔ اسماء مجوزہ شعب، ثور، دعوت، خاکسار کی جانب سے ہیں باقی سب اسماء سید صاحب مدظلہ کے رکھے ہوئے ہیں۔ (محمد سعد سراجی موسی زئی شریف ڈی۔ آئی۔ خان)

لینن کا فلسفہ انقلاب۔

جناب شیخ محمد ایاز سابق وائس چانسلر اپنے کمیونسٹ خیالات سے توبہ کے بعد اعتراف کرتے ہیں کہ:۔

میں نے ایک جگہ پڑھا تھا کہ لینن کو ایک عورت نے گولی ماردی تھی جس کی وجہ سے وہ مفلوج ہو گیا تھا۔ جب وہ صحت مند ہوگیا تو چیکا (وی آئی ڈی) پولیس چیف زرزنسکی جو لینن کا دوست تھا اس نے لینن سے کہا کہ آپ اس عورت کو دیکھیں گے جس نے آپ کو گولی ماری تھی۔ لینن کو لے کر جیل خانہ گیا اور اس عورت کو پیش کیا اور اس سے کہا کہ اپنا اسکرٹ اٹھاؤ۔ جب اس نے اپنا اسکرٹ اٹھایا تو لینن نے دیکھا کہ اس عورت کی ایک چھاتی کاٹ دی گئی ہے۔ لینن شاید اس قسم کی درندگی کا قائل نہیں تھا اس نے کہا کہ اس کی ضرورت نہیں تھی صرف قید کافی تھی تو زرزنسکی نے کہا کہ۔ کامریڈ! ہاتھوں میں داستانے پہن کر انقلاب نہیں آسکتا۔ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پڑھا کہ آپ دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے اور جو کہہ رہے تھے کہ آج قریش کا حساب کیا جائے گا لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کردیا کہ آج سب کو معافی دیجائی گی سب کیلئے امن ہے۔ یہاں تک کہ ہندہ کو بھی معاف کردیا جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ کا کلیجہ چبایا تھا یہ ایک بہت بڑا تضاد ہے جب تحریکوں کے بانیوں کے کردار نہیں ہوتے تو تحریکیں ختم ہوجاتی ہیں حضور نے انسانوں کی برابری اور مساوات کا خیال رکھا کہ حضرت بلال حبشیؓ جو ایک غلام تھے ان سے کہا کہ خانہ کعبہ کے چھت پر چڑھ کر اذان دو۔ اور یہی یہی کردار کی کمی بالشویک پارٹی میں تھی وہ مادہ پرست تھے اس لئے ان کی فطرت میں عفو و درگزر نہیں تھا وہ انسان کی عظمت کو نہیں جانتے تھے کچھ وقت گزرنے کے بعد ان کا بھی قتل و غارت کرنے لگے جو ان کے ہمسفر تھے کچھ وقت کے بعد بالشویک مین شویسکی یہاں تک کہ اپنے ہی ساتھیوں کو سائبیریا بھیج دیا۔ (شیخ محمد ایاز سابق وائس چانسلر سندھ یونیورسٹی)

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ
حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا
بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

محمد حبیب کریم

مستشرقین پر علماء کی خدمات

(۳)

عنوان	مصنف	ماخذ
اسلامی علوم وفنون اور مستشرقین	یونیورسٹی جنوبی افریقہ	مئی، جون ۱۹۸۳ء
یورپ	مولانا عبدالسلام ندوی مرحوم	معارف جلد ۱۳۶ عدد ۶ دسمبر ۱۹۸۵ء
اسلام اور مستشرقین سے متعلق	۱۔ جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ (پیرس)	والندوہ اپریل ۱۹۱۱ء
کچھ خطوط	۲۔ شیخ نذیر احمد (لاہور)	معارف جلد ۱۳۱ عدد ۴ اپریل
	۳۔ محمد طفیل (فرانس)	۱۹۸۳ء
اسلام اور مستشرقین کی بیرونی ڈاک	۱۔ جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ (پیرس)	معارف جلد ۱۳۱ عدد ۵ مئی
	۲۔ جناب طفیل احمد (فرانس)	۱۹۸۳ء
	۳۔ جناب ڈاکٹر ظفر اسحاق انصاری	
اسلامی قانون کی ابتدائی تاریخ پر	ڈاکٹر محمد اختر سعید صدیقی اسسٹنٹ	سہ ماہی فکر ونظر اسلام آباد جلد ۲۸
چند اہم مغربی تحقیقات۔	پروفیسر شعبۂ علوم اسلامی جامعہ کراچی	شمارہ ۳ رجب، رمضان ۱۴۱۱ھ
(ایک تنقیدی تعارف)		جنوری۔ مارچ ۱۹۹۱ء
اسلام اور محمدؐ، مغربی لٹریچر میں	فلپ کے حطی	ماہنامہ محدث رسول نمبر و معارف جلد ۹۵
	اردو ترجمہ: وحید الدین خاں	عدد ۴ اپریل ۱۹۶۵ء (ص ۳۰۱-۳۱۲)
اسلام اور مستشرقین	عبداللطیف طباوی	سہ ماہی تحقیقات اسلامی جلد ۳
	ترجمہ: ڈاکٹر عبدالرحیم قدوائی	شمارہ ۲ اپریل جون ۱۹۸۴ء ص ۱۱۱-۱۱۵
اٹھارویں موتمر مستشرقین عالم اسلام	ترجمہ از فرنچ امیر شکیب ارسلان	معارف ۱۹۳۲ء
کا قانون خراج اور مستشرقین کے	ترجمہ حافظ محمد نعیم ندوی صدیقی	معارف جلد ۱۰۲ عدد ۳
نظریات کے علل واسباب		ستمبر ۱۹۶۸ء (ص ۲۲۱-۲۳۳)
اسلامک اسٹڈیز کا مقصد اور	ڈاکٹر عنایت اللہ سابق پروفیسر	معارف جلد ۱۰۵، عدد ۶ جون ۱۹۷۰ء
اس کی تاریخ	عربی پنجاب یونیورسٹی	جلد ۱۰۶ عدد ۱ جولائی ۱۹۷۰ء
اسلام اور ڈیبنٹی (ایک فرانسیسی		جرنل ۴۱، ۴۲، ۴۳ ۱۹۸۶ء
کی تعریف اسلام)		صفحہ ۷۱ -
اسلام اور مستشرقین پر دار المصنفین	سید صباح الدین عبدالرحمن	دیکھئے معارف جلد ۱۲۹ عدد ۳
کا بین الاقوامی سمینار		مارچ ۱۹۸۲ء تا اکتوبر ۱۹۸۲ء کے

		شمارے جن میں اسلام اور مستشرقین پر منعقدہ فروری ۱۹۸۲ء سیمینار کی روداد ہے اور جو مستقل کتاب کی شکل میں بھی شائع ہو چکی ہے ۔
اسلام اور مستشرقین سے متعلق خطوط	سید صباح الدین عبدالرحمن	معارف جلد ۱۲۹ عدد ۴ اپریل ۱۹۸۲ء
اسلام اور مستشرقین کے متعلق پاکستانی اہل قلم کے تاثرات	۱۔ ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی ۲۔ شیخ نذیر حسین	معارف جلد ۱۳۰ عدد ۵ نومبر ۱۹۸۲ء
امام اشعری اور مستشرقین	جناب مرزا محمد یوسف صاحب	معارف جلد ۷۹ عدد ۱ جنوری ۱۹۵۷ء (ص ۵۹-۷۰)
اسلامی فلسفہ اور دینیات کا اثر یورپی فلسفہ اور دینیات پر	الفریڈ گل یوم ترجمہ: سید مبارز الدین رفعت	معارف جلد ۸۱ عدد ۵، ۶ مئی جون ۱۹۵۸ء نیز جلد ۸۲ عدد ۱، ۲ جولائی، اگست ۱۹۵۸ء
الفریڈ گل یوم کے ورثہ اسلام پر ایک نظر	جناب شبیر احمد خاں	جلد ۸۲ عدد ۴، ۵، ۶ اکتوبر، نومبر دسمبر ۱۹۵۸ء
اسلامی شریعت اور مستشرقین و متجددین	پروفیسر عبدالمغنی	ماہنامہ زندگی رامپور جلد ۴۹، ۵۰ شمارہ ۶، ۱ دسمبر و جنوری ۱۹۷۲ء ۱۹۷۳ء (مسلم پرسنل لا نمبر)
	(ب)	
برنارڈ شا اور عرب	خالد کمال مبارک پوری	نقوش لاہور رسول نمبر ۲ جنوری ۱۹۸۳ء
بحیرا کا مشہور واقعہ	علامہ شبلی نعمانی رح	سیرۃ النبی اول ص ۱۲۹ تا ۱۳۰
بحری سفر سے متعلق قیاس آرائی	"	سیرۃ النبی اول ص ۱۳۸
بت پرستی کا الزام	"	سیرۃ النبی اول حاشیہ ص ۱۴۰-۱۴۱
بنو قریظہ کی جنگ احزاب میں شرکت	"	سیرۃ النبی اول حاشیہ ص ۳۱۹
بے صبری میں حملہ کرنے کا سبب	علامہ شبلی نعمانی	سیرۃ النبی اول ص ۴۳۵
براؤن اور اسلام	ڈاکٹر امیر حسن عابدی	معارف جلد ۱۳۱ عدد ۲

عنوان	مصنف	ماخذ
	شعبۂ فارسی دہلی یونیورسٹی	فروری ۱۹۸۳ء
بحث وتحقیق میں مستشرقین کی بے راہ روی اور تضاد بیانی	ترجمہ مولانا ضیاء الدین اصلاحی	معارف جلد ۱۳۳ عدد ۳ مارچ ۱۹۸۴ء (ص ۱۶۹ - ۱۷۸)
باسورتھ اسمتھ کی ایک من گھڑت کہانی	مولانا سید احمد عروج قادریؒ	ماہنامہ زندگی رامپور جلد ۵۰ شمارہ ۲ فروری ۱۹۷۳ء
	(پ)	
واقدی - امام زہری پر الزام	مولانا سید سلیمان ندویؒ	معارف جنوری ۱۹۲۷ء
پروفیسر گولیم (درہم یونیورسٹی انگلینڈ) کا خط بنام ایڈیٹر اسلامک ریویو اوکنگ اور اس کا جواب		
پروفیسر اجناس گولڈ زیہر	مولانا سید احمد اکبر آبادی (علی گڑھ)	معارف جلد ۱۳۰ عدد ۲ اگست ۱۹۸۲ء (ص ۸۵ - ۹۶)
پیغمبر اسلام - ایک عیسائی اسکالر کی نظر میں		ماہنامہ زندگی رامپور جلد ۵۰ شمارہ ۴ اپریل ۱۹۷۳ء
	(ت)	
تمدن اسلام مصنفہ جرجی زیدان کی پردہ دری	علامہ شبلی نعمانیؒ	الندوہ جلد ۸ عدد ۱۰ شوال المکرم ۱۳۲۹ھ
تاریخ ارض القرآن اور مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات	حافظ عمیر الصدیق ندوی	معارف جنوری ۱۹۸۵ء
تحریف قرآن کی ناپاک یہودی سازش	محمد عبدالحق صادق	البلاغ ستمبر ۱۹۷۵ء ۹/۵ (ص ۵۳، ۵۴)
تاریخ تدوین حدیث اور مستشرقین	اسیر ادروی	سہ ماہی مجلہ ترجمان الاسلام (حدیث نمبر) جنوری مارچ ۱۹۹۱ء
تاریخ تدوین قرآن اور مستشرقین	مولانا ابوالقاسم نعمانی	سہ ماہی ترجمان الاسلام
تراجم قرآن کی عالمی ببلوگرافی	اکمل الدین احسان اوغلو	ششماہی مجلہ علوم القرآن

عنوان	مصنف	ماخذ
	تبصرہ۔ ڈاکٹر ظفر الاسلام اصلاحی	جلد ۲ شمارہ ۲ جولائی، دسمبر ۱۹۸۷ء ذی قعدہ ۱۴۰۷ھ
تبلیغ مسیحیت کے ہتھکنڈے	خالد مسعود صاحب	ماہنامہ میثاق لاہور جلد ۲ عدد ۳ مارچ ۱۹۶۱ء
تراجم قرآن مجید تازہ بتازہ نو بہ نو	ڈاکٹر محمد حمید اللہ پیرس	معارف جلد ۱۴۲ عدد ۵ نومبر ۱۹۸۸ء
تاریخ ترتیب قرآن	علامہ شبلی نعمانی	مقالات شبلی اوّل ۱-۲۴
	(ج)	
جوزف شاخت اور اصول فقہ	جناب محمد طفیل صاحب	معارف جلد ۱۳۱ عدد ۴ اپریل ۱۹۸۳ء
جوزف شاخت اور اسلامی قانون		معارف جلد ۱۳۱ عدد ۴ اپریل ۱۹۸۳ء
جرمن میں علوم قرآن کا مطالعہ	ناصر	الاصلاح جولائی ۱۹۳۷ء ۲/۷
جمع و تدوین قرآن مجید اور مستشرقین (۲)	جناب محمد عارف اعظمی	ترجمان القرآن جلد ۱۱۴ عدد ۵ جنوری ۱۹۹۱ء
الجزیہ	علامہ شبلی نعمانی	مقالات شبلی اوّل (مذہبی)
	(چ)	
چینی زبان میں قرآن کے تراجم	ع، ز	معارف جلد ۳۱ عدد ۲ فروری ۱۹۳۳ء
	(ح)	
حقوق الذمیین یعنی اسلام میں غیر مذہب والوں کے حقوق	علامہ شبلی نعمانی	مقالات شبلی اوّل (مذہبی)
حضرت ابراہیمؑ اور مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات	محمد حفظ الرحمان	معارف جلد ۱۳۲ عدد ۳ ستمبر ۱۹۸۳ء
حقانیت قرآن اور مغرب کے غیر مسلم مصنفین	محمد تقی عثمانی	البلاغ ستمبر ۱۹۷۵ء ۹، ۸ (ص ۲۵، ۳۴)
حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں مستشرقین کے خیالات	جناب محمد رضی الاسلام ندوی	سہ ماہی تحقیقات اسلامی جلد ۶ شمارہ ۳ جولائی ستمبر ۱۹۸۷ء (ص ۹-۲۹)

(خ)

خانہ کعبہ اور عربوں کا مذہب (ولیم میور کے خیالات کا جائزہ)	ڈاکٹر محمد ذکی	سہ ماہی تحقیقات اسلامی جلد ۱ شمارہ ۳ جولائی ستمبر ۱۹۸۲ء ص ۳۱ - ۶۰
خاندان رسول کو متنزل کرنے کی کوشش	علامہ شبلی نعمانی	سیرۃ النبی اول ص ۱۱۸ (حاشیہ)

(د)

دام ہمرنگ زمیں	ڈاکٹر محمد حسین	
دارالمصنفین کے بین الاقوامی سمینار سے متعلق کچھ اہم خطوط	سید صباح الدین عبدالرحمان	معارف جلد ۱۲۹ عدد ۴ اپریل ۱۹۸۲ء
دارالمصنفین کے بین الاقوامی سمینار سے متعلق ایک اہم مکتوب	جناب حکیم محمد سعید دہلوی	معارف جلد ۱۲۹ عدد ۶ جون ۱۹۸۲ء

(ڈ)

ڈی اولیری کی کتاب فلسفۂ اسلام پر ایک نظر	اسیر ادروی	مجلہ ترجمان الاسلام جنوری مارچ ۱۹۹۲ء

(ذ)

ذمیوں کے حقوق کے متعلق حضرت عمر فاروق رض پر اعتراضات اور اسکا جواب	علامہ شبلی نعمانی	الفاروق دوم ص ۴۶ تا ۵۲ التحریر ۱۸۹۸ء

(ر)

رومن کیتھولک تاریخ کی چند من گھڑت کہانیاں	مولانا سید سلیمان ندوی	معارف جلد ۵۶ عدد ۲ اگست ۱۹۴۵ء
روسی استشراق	جناب محمد اسد شہاب صاحب (جدہ) ترجمہ: حافظ عمیر الصدیق ندوی	معارف جلد ۱۳۰ عدد ۱ جولائی ۱۹۸۶ء
رسول اکرم ص کے سیرت نگار	ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ	فکر و نظر اسلام آباد مارچ ۱۹۷۶ء
روس میں اسلامی علوم کا مطالعہ	ڈاکٹر کبیر احمد جائسی	سہ ماہی تحقیقات اسلامی جلد ۴ شمارہ ۳ جولائی ستمبر ۱۹۸۵ء ۱۹۸۶ء و جلد ۵ شمارہ ۱ جنوری مارچ ۱۹۸۶ء

رومی اور اسلامی قانون کے تعلقات پر چند ملاحظات	ڈاکٹر نالینو ترجمہ: ڈاکٹر محمد حمید اللہ (پیرس)	معارف جنوری ۱۹۵۳ء
	(ز)	
زمانۂ جاہلیت سے منسوب اشعار و خطبات سے استدلال	علامہ شبلی نعمانی	سیرۃ النبیؐ اوّل ص۱۴۲-۱۴۳ (حاشیہ)
	(س)	
سن ۱۸۰۰ء سے پہلے کے مستشرقین یورپ	سید سلیمان ندوی	سلسلہ اسلام اور مستشرقین ج ۵
سیرت نبویؐ پر کتاب لکھنے کا ایک اہم سبب	علامہ شبلی نعمانی	سیرۃ النبی اوّل مقدمہ ص۷
سیرۃ پر یورپین تصنیفات		سیرۃ النبی اوّل ص۶۲-۷۲
سر ہیملٹن الیگزنڈر روسکین گب ۱۸۹۵ء ۱۹۷۱ء	پروفیسر ضیاء الحسن فاروقی جامعہ ملیہ دہلی	معارف جلد ۱۳۰ عدد ۴ اکتوبر ۱۹۸۲ء
سر سید احمد خاں اور مستشرقین	عبید اللہ کوٹی ندوی	معارف جلد ۱۳۵ عدد ۲، ۳، ۴، ۵، ۶ ۱۹۸۵ء و جلد ۱۳۶ عدد ۱، ۲، ۳ ۱۹۸۵ء
سیرت نبوی اور مستشرقین	پروفیسر ماجد علی خاں (جامعہ ملیہ)	قومی آواز نئی دہلی جلد ۱۲ شمارہ ۱۲۹ ۱۲ / مئی ۱۹۹۲ء
ستائیسویں موتمر مستشرقین عالم امریکہ میں	ڈاکٹر محمد حمید اللہ (پیرس)	معارف جلد ۱۰۰ عدد ۵ نومبر ۱۹۶۷ء
سیرت نبوی پر مغربی مصنفین کی انگریزی نگارشات	ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی	تحقیقات اسلامی جلد ۳ شمارہ ۳ جولائی ستمبر ۱۹۸۴ء
سیمنار کے تعلق سے بعض اہل قلم کے تاثرات		معارف ۱۳۰ عدد ۶ دسمبر ۱۹۸۲ء
سیرت نبوی کے متعلق مستشرقین کی بعض غلطیوں کی تصحیح	الاستاذ نذیر حمدان ترجمہ: مولانا ضیاء الدین اصلاحی	معارف جلد ۱۳۳ عدد ۲ فروری ۱۹۸۴ء
سرور کائناتؐ (غیر مسلم مفکرین کی نظر میں)	خواجہ ظفر نظامی نوگھروی	نقوش لاہور رسول نمبر ۳ جنوری ۱۹۸۳ء

سیرت رسول اللہ کی تمہید	پروفیسر سید نواب علی	ماہنامہ زبان جولائی ۱۹۳۷ء بحوالہ جرنل خدابخش لائبریری پٹنہ ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴ ۱۹۸۷ء ص ۶۰۵، ۶۱۴
	(ش)	
شناخت اور حدیث نبوی	ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی ترجمہ: محمد عمیر الصدیق ندوی	معارف جلد ۱۳۹ عدد ۱ جنوری ۱۹۸۷ء
شرکت ومضاربت اور مستشرق بوڈوتش	محمد انس زرقاء ترجمہ: محمد عارف اعظمی عمری	معارف جلد ۱۳۹ عدد ۳، ۴، ۵ مارچ، اپریل، مئی ۱۹۸۷ء
شذرات	سید صباح الدین عبدالرحمٰن	معارف جلد ۱۳۱ عدد ۳ مارچ ۱۹۸۳ء یہ اصلاً سید امیر علی کی انگریزی میں قرآن مجید کی تفسیر کی پہلی جلد۔ QURAN THE FUNDAMENTAL LAW OF HUMAN LIFE پر تبصرہ ہے، چونکہ اس میں مستشرقین کا بھی ذکر ہے اس لیے اس کو یہاں درج کیا ہے۔
	(ص)	
صلیبی جنگ اور اس کے اہم پہلو	سید صباح الدین عبدالرحمان	معارف جلد ۱۲۵ عدد ۵ مئی ۱۹۸۰ء و جلد ۱۲۵ عدد ۶ جون ۱۹۸۰ء
	(ع)	
علم حدیث اور مستشرقین	ڈاکٹر تقی الدین ندوی مظاہری	دیکھیے سلسلہ اسلام اور مستشرقین جلد دوم مطبوعہ دار المصنفین ص ۲۵-۲۶۶
عربی ادب دیار غیر میں	ڈاکٹر مسعود الرحمٰن خاں	سہ ماہی تحقیقات اسلامی جلد ۲ شمارہ ۲ اپریل جون ۱۹۸۳ء

(جاری)

عبدالقیوم حقانی

تعارف و تبصرہ کتب

تبصرہ کتاب کی مجموعی حیثیت پر کیا جاتا ہے تمام جزئیات سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں

ریاض الصالحین مترجم

تالیف امام محی الدین ابی زکریا بن شرف نودی
اردو ترجمہ، مولانا قیام الدین الحسینی مدظلہ

صفحات جلد اول ۴۴۰ جلد دوم ۹۱۰

ناشر! مکتبہ مدنیہ، ۱۷ اردو بازار لاہور

سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم دین میں حجت ہے اور حضور کی سنت مطہرہ کی اتباع کے بغیر ایک مسلمان کے لئے چارہ کار ہی نہیں۔ ریاض الصالحین کا مقصد تالیف بھی سنت رسول کی تعلیم و اشاعت اور عملی زندگی میں علوم نبوت کا فروغ ہے۔ امام محی الدین ابو زکریا بن شرف نووی کی یہ کتاب روز اول سے اکابر علماء و اساتذہ حدیث اور داعیین دین کا معمول بنا رہی ہے اور امت کا ایک بڑا حصہ اس سے اعتناء کرتا رہا ہے مختلف زبانوں میں اس کے تراجم بھی ہوئے اردو میں بھی متعدد تراجم شائع ہوئے برادرم مکرم حضرت مولانا قاری قیام الدین صاحب نے اپنے ذوق اور جذبہ اشاعت و خدمت حدیث کے پیش جس قدر سلیس، جامع، اور دلچسپ ترجمہ شائقین علوم نبوت کے لئے منظر عام پر لائے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہے مولانا قیام الدین صاحب اپنی متعدد کتب بالخصوص سیدنا حضرت معاویہ کی سیرت و سوانح کی نسبت سے علمی حلقوں میں معروف اور پسندیدہ مصنف ہیں۔ ریاض الصالحین کا اردو ترجمہ موصوف کا تیر بہ ہدف انتخاب ہے درسی اور تبلیغی حلقوں سمیت کسی بھی گھر اور لائبریری کو اس کتاب سے خالی نہیں ہونا چاہیئے

کتاب دو جلدوں میں ہے اصل عبارات پر اعراب بھی ڈالے ہیں مکتبہ مدنیہ نے اپنی روایات کے شایان شان کتاب کو عمدہ ترین زیور طباعت سے آراستہ کیا ہے بہترین کاغذ، مضبوط جلد بندی، قیمت درج نہیں

مساجد اسلامی معاشرے کا مرکز و محور

تالیف! علی اصغر چودھری۔ صفحات ۲۱۶
قیمت ۲۴ روپے

ناشر! حرا پبلیکیشنز، فضل الہی مارکیٹ اردو بازار لاہور

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ مساجد ہی اسلامی معاشرے کا مرکز و محور ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد سب سے پہلے مسجد قبا کی بنیاد رکھی، مسجد نبوی عبادت گاہ بھی تھی اور تعلیم گاہ بھی رؤساء سے سیاسی مذاکرات اور تبلیغ کے لئے وفود بھی یہاں سے بھیجے تھے۔ مسجد مجالس شوریٰ کا بھی مرکز تھی اور دفاع کا اہتمام بھی یہاں سے ہوتا تھا مساجد اسلام کا شعار ہیں مولف نے مسجد کی اہمیت و فضیلت، مسجد اور قرآن، مسجد ضرار، مساجد کے آداب، مسجد کے ملحقات ولوازمات، مسجد کی ظاہری و روحانی آبادی، کرہ ارض کی سب سے پہلی مسجد، قبا، مسجد نبوی اور مسجد الحرام سمیت پاکستان کی حسین تاریخی مساجد پر مفصل تبصرہ کیا ہے کتاب ہر لحاظ سے نافع اور عام لکھے پڑھے لوگوں کے لئے بھی مفید ہے۔ حرا پبلی کیشنز نے شاندار

طباعت سے کتاب کی عظمت واہمیت کو دوبالا کردیا ہے۔

الازھار علی کتاب الآثار

تالیف ! مولانا ابوالاسعد مفتی حفیظ الرحمن مدظلہ
صفحات ۵۵۲ قیمت درج نہیں

ناشر ! دارالتصنیف دارالعلوم سعیدیہ اوگی ضلع مانسہرہ سرحد

امت مرحومہ کا سوادِ اعظم جس کا اندازہ دو ثلث اہل اسلام سے کیا جاتا ہے فقہ میں امام اعظم کا پیرو اور مقلد ہے اور امام اعظم کے مسائل فقہ کی بنا "کتاب الآثار" کی احادیث اور روایات پر ہے جو امام محمد کی روایت سے امام اعظم کی تالیف ہے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے "قرۃ العین فی تفضیل الشیخین" میں "کتاب الآثار" کو حنفیوں کی امہات کتب میں شمار کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ مسند ابی حنیفہ و آثار محمد مبنائے فقہ حنفیہ است یعنی فقہ حنفی کی بنا مسند ابی حنیفہ اور آثار محمد پر ہے امام اعظم نے اس کتاب میں آنحضرت کے آخری افعال و ہدایات کو مبنائے اول اور آثار صحابہ و تابعین کو مبنائے ثانی قرار دیا ہے۔ امام صاحب کے تتبع میں یہی طرز امام مالک نے موطا میں اختیار کیا ہے جو بقول شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی "اصل وام صحیحین است" اس اعتبار سے "کتاب الآثار" صحیحین کی "ام الام" ہوئی کتاب الآثار حدیث کی پہلی کتاب ہے جو ابواب پر مرتب ہوئی جس کے بعد احادیث کی تبویب کا رواج ہوا۔

کتاب کی اہمیت کے پیش نظر حافظ ابن حجر نے "الایثار بمعرفۃ رواۃ الآثار" "تعجیل المنفعۃ" قاسم بن قطلو بغا نے کی "رجال کتاب الآثار" "التعلیق علی کتاب الآثار" اور امام طحاوی نے اس کی مستقل شرح لکھی ہے کتابوں میں خود امام محمد کی ایک شرح کا ذکر ہوتا چلا آیا ہے شیخ ابوالفضل علی بن مراد موصلی نے شرح کتاب الآثار، اور مولانا عبدالرشید نعمانی نے اس کے رجال پر مستقل کتاب لکھی ہے حضرت مولانا مفتی مہدی حسن شاہ جہاں پوری نے بھی دو ضخیم جلدوں میں ایک مبسوط اور محققانہ شرح لکھی ہے مگر جب سے یہ کتاب وفاق المدارس کے نصاب تعلیم میں داخل ہوئی تو افادہ کے لئے ایک مبسوط، مفصل اور جامع شرح کی ضرورت تھی جو حضرت مولانا ابوالاسعد مفتی حفیظ الرحمن مدظلہ نے پوری کردی ہے متعلقہ ضروری مباحث و مسائل کا احتوا، تدریسی انداز، سہل و سلیس اردو جلد اول میں ۱۰۳ احادیث کی مفصل شرح شرح آگئی ہے آغاز میں ۲۸۲ صفحات کا مقدمہ ایک مستقل تالیف ہے الغرض اساتذہ اور طلبہ حدیث کے لئے ایک مفید اور بہترین نافع کتاب ہے خدا کرے کہ موٴلف جلد از جلد اس کی مزید جلدیں بھی منظر عام پر لاسکیں۔

اصلاحی خطبات جلد ۵

افادات ! حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ
ترتیب ! حضرت مولانا محمد عبداللہ میمن

صفحات ۳۰۸ — قیمت ۹۰ روپے

ناشر ! میمن اسلامک پبلشرز ۱۸۸ / ۱ لیاقت آباد کراچی نمبر ۱۹

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، عالم باعمل، بیسیوں کتابوں کے مصنف، دین اسلام کے مخلص داعی اور اخلاص و ارشاد اور دعوت دین کا ایک نمونہ ہیں ان کے سلسلہ اصلاحی خطبات کی پہلی چاروں جلدوں پر الحق کے صفحات میں تبصرہ آچکا ہے پانچویں جلد اسی سلسلہ وعظ و ارشاد کی مستحسن پیش رفت ہے وعظ و تقریر کا بہ .مد

اخلاص پر مبنی اور از دل خیزد بر دل ریزد کا مصداق ہے اس جلد کے اہم موضوعات میں تواضع، حسد، خواب، سستی کا علاج، آنکھوں کی حفاظت، کھانے پینے اور دعوت کے آداب اور لباس کے شرعی اصولوں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے اور دعوت فکر و عمل کا اچھوتا انداز ہے۔ حضرت مولانا محمد عبد اللہ میمن مدظلہ کی محنت اور کاوش ہر لحاظ سے لائق صد تحسین ہے کہ انہوں نے ترتیب میں سلیقہ مندی کے ساتھ ساتھ حسن طباعت کا بھی عمدہ ترین معیار قائم کردیا ہے عمدہ کتابت، معیاری کاغذ، خوبصورت اور مضبوط جلد بندی۔

ایمان کی جان، شہد سے میٹھا نام

محسن کائنات محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اور اس کی شیرینی اور حلاوت وعذوبت ایک مسلم حقیقت ہے آپؐ کی شان تعریف مدح نعت، منقبت میں تقریر، تحریر اور نعت اور درود پیش کرکے اہل ایمان حلاوت حاصل کرتے ہیں۔ حضرت مولانا قاضی محمد اسرائیل صاحب گڑنگی نے بھی اپنی اس کتاب میں ۲۴ زبانوں کی نعتیں اور نثر میں لکھی گئی شان مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ایک ایک موتی چن کر عشق ومحبت کی مالا تیار کردی ہے۔

مہر نبوت اور مکتوب نبوی ؐ کے عکس نے اس کی عظمت کو دوبالا کردیا ہے۔ اگر کتاب کی عمدگی اور طباعت کے فنی پہلوؤں پر توجہ دی جاتی تو استفادہ واہمیت میں مزید اضافہ ہوتا۔ ۵۰۰ سے زائد صفحات اور عمدہ جلد، قیمت ۹۰ روپے۔ ناشر: مکتبہ انوار مدینہ جامع مسجد صدیق اکبر محلہ صدیق آباد (اپر چنی) مانسہرہ۔

(بقیہ ص ۲۷ سے)

کردے اور بھارت سے کہا ہے کہ وہ اپنا ایٹمی پروگرام جاری رکھے اور اس کے ساتھ چند دفاعی معاہدے بھی طے کیے ہیں تاکہ وہ کشمیر میں چلنے والی تحریک کو ختم کرے۔ امریکہ، بھارت اور اسرائیل نے مل کر پوری دنیا سے مسلمانوں کو ختم کرنے کا پروگرام بنایا ہے اور پہلا نمبر بنیاد پرست مسلمانوں کا ہے اور اس کے پہلے قدم کے طور پر دینی مدارس پر پابندی لگادی گئی اور معاشرے کو یہودی طرز پہ لانے کے لیے پروگرام بن گیا ہے ان سارے حالات کو دیکھتے ہوئے وہ مسلمان جو صحیح معنوں میں مسلمان ہیں اگر ایک نہ ہوئے بریلوی، دیوبندی اور اہلحدیث کے چکر میں رہے تو ایک وقت آئے گا کہ مسلمان کا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا اب حالات کا تقاضہ ہے کہ ساری دینی جماعتیں ایک ہوکر ایک مشترکہ لائحہ عمل اختیار کریں تاکہ اس یہودی یلغار سے نجات پاسکیں آج اگر دینی جماعتوں نے حالات کو نہ سمجھا تو کل ان کی نسلیں ان کی قبروں پر کوڑے ماریں گی کہ ہمارے آباؤ اجداد نے غلط فیصلے کیے اور ہمیں اس کی سزا مل رہی ہے۔ (بیت المقدس)

PRODUCT
SANFORIZED

REGD. NO. P-90

فرمانِ رسولؐ

حضرت علی ابنِ ابی طالب کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جب میری اُمت میں چودہ خصلتیں پیدا ہوں تو اس پر مصیبتیں نازل ہونا شروع ہو جائیں گی۔"

"دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں؟" فرمایا:

- جب سرکاری مال ذاتی ملکیت بنا لیا جائے۔
- امانت کو مالِ غنیمت سمجھا جائے۔
- زکوٰۃ جرمانہ محسوس ہونے لگے۔
- شوہر بیوی کا مطیع ہو جائے۔
- بیٹا ماں کا نافرمان بن جائے۔
- آدمی دوستوں سے بھلائی کرے اور باپ پر ظلم ڈھائے۔
- مساجد میں شور مچایا جائے۔
- قوم کا رذیل ترین آدمی اس کا لیڈر ہو۔
- آدمی کی عزت اس کی برائی کے ڈر سے ہونے لگے۔
- نشہ آور اشیاء کھلم کھلا استعمال کی جائیں۔
- مرد ابریشم پہنیں۔
- آلاتِ موسیقی کو اختیار کیا جائے
- رقص و سرود کی محفلیں سجائی جائیں
- اس وقت کے لوگ اگلوں پر لعن طعن کرنے لگیں۔

تو لوگوں کو چاہیئے کہ پھر وہ ہر وقت عذابِ الٰہی کے منتظر رہیں خواہ سرخ آندھی کی شکل میں آئے یا زلزلے کی شکل میں یا اصحابِ سبت کی طرح صورتیں مسخ ہونے کی شکل میں۔ (ترمذی۔ باب علامات الساعۃ)